مسلسل اشاعت کے باون سال

ماہنامہ الحق

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

بیاد
شیخ الحدیث
مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست اعلیٰ
مولانا سمیع الحق

مدیر اعلیٰ
مولانا راشد الحق سمیع

618-617/ ربیع الاول، جمادی الاول ۱۴۳۸ھ جنوری، فروری 2017

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمَا

جلد نمبر 52
شمارہ نمبر 4-5
ربیع الثانی، جمادی الاول ۱۴۳۸ھ
جنوری، فروری 2017

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: ڈونلڈ ٹرمپ کا اسلام کے خلاف طبل جنگ۔ صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ کی وفات۔ انٹرنیشنل تحریک ختم نبوت کے امیر مولانا عبدالحفیظ مکیؒ کی جدائی۔ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اعظمیؒ کی رحلت ...... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ کی وفات پر دارالعلوم حقانیہ میں تعزیتی ریفرنس ...... ابو رغدہ ۱۰
- عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات ...... مولانا حافظ عرفان الحق حقانی ۱۴
- بدفالی ایک شرکیہ فعل ...... شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق ۲۶
- شام کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کیجئے ...... مولانا عبدالرؤف سکھروی ۳۰
- مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کی دارالعلوم آمد اور خطاب ...... صاحبزادہ اسامہ سمیع ۳۵
- اسلام اور امن عالم: اقوام متحدہ سے چند سوالات ...... مفتی بلال الدین ابراہیمی ۴۶
- سائنسی علوم: ایک مؤثر ہتھیار ...... پروفیسر عبدالعظیم جانباز ۵۱
- تذکرہ تین بزرگوں کا (مولانا سلیم اللہ خانؒ، مولانا عبدالحفیظ مکیؒ، قاضی عطاء الرحمنؒ) ...... مولانا ابو المعز حقانی ۶۲
- دارالعلوم کے شب و روز ...... مولانا حامد الحق حقانی ۶۴
- تعارف و تبصرہ کتب ...... ادارہ ۶۷

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر: +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30 روپے۔ سالانہ -/350 روپے۔ بیرون ملک 35$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق ' مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

ربیع الثانی، جمادی الاول ۱۴۳۸ھ جنوری، فروری ۲۰۱۷ء /617-618

نقش آغاز

مولانا راشد الحق سمیع

ڈونلڈ ٹرمپ کا اسلام کے خلاف طبل جنگ

عالمی استعمار امریکہ یوں تو گزشتہ پچاس برس سے عالم اسلام کے خلاف ہر میدان میں صف آراء چلا آرہا ہے،اب تک جتنے امریکی صدور گزرے ہیں ان کے ایجنڈے میں اسلام دشمنی نمایاں ہوتی تھی،لیکن پھر بھی مختلف نمائشی اقدامات اور خوشنما نعروں کے ذریعے وہ کچھ نہ کچھ مداوا کرتا تھا،لیکن اب تو منتخب،نسل پرست،متعصب امریکی ڈونلڈ ٹرمپ نے امریکی چہرے پر پڑے منافقت کے نقاب کو مکمل طور پر بے نقاب کردیا ہے اور بغیر کسی لگی لپٹی ومنافقت کے دنیا کے سامنے امریکہ کا اصل چہرہ اور اس کے مکروہ عزائم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی تقریب حلف برداری کی پہلی تقریر کے دوران آشکارا کردیئے اور ساتھ ہی تقریب حلف برداری میں امریکہ کا سیکولرازم بھی اُس وقت ہواؤں میں اُڑا دیا جب ٹرمپ نے اپنی بیوی کے ہاتھ پہ رکھے انجیل کے نسخے پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھایا۔اسی طرح مختلف عیسائی فرقوں کے پادریوں نے بھی انجیل کے مختلف ایڈیشنز کی تلاوت کی اور اپنے یہودی تجارتی دوست وسیاسی پارٹنر اسرائیل کو خوش کرنے کے لئے یہودی راہب سے تورات کی تلاوت بھی کی۔یہ تقریب حلف برداری عالم اسلام کے لئے واضح پیغام تھا کہ عیسائی مذہب اور عیسائی بنیاد پرستی ہی امریکی حکومت،سیاسی نظام اور ریاست کی مرکزی کلید ہے۔گویا ٹرمپ دراصل اسلام کے خلاف جارج ڈبلیو بش کی اعلان کردہ نئی صلیبی جنگوں کو مزید پھیلانے اور تسلسل کو قائم رکھنے کا جدید ایڈیشن ہے۔دوسرے لفظوں میں ٹرمپ کو ہندوستانی تنگ نظر،مسلم دشمن نریندر مودی کہہ سکتے ہیں کیونکہ ٹرمپ بھی نریندر مودی کی طرح عیسائی،بنیاد پرستی پر یقین رکھتا ہے۔مودی،ٹرمپ میں قدر مشترک اسلام اور پاکستان دشمنی ہے۔تاہم یہ امر خوش آئند ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف الیکشن مہم میں مسلسل بیانات پر کیتھولک عیسائیوں کے روحانی پیشوا پوپ فرانسس ڈونلڈ ٹرمپ کو عیسائیت سے خارج قرار دے چکے ہیں لیکن انکی اسلام دشمنی اور پاگل پن میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی،بہرحال پوپ کا یہ فیصلہ قابل ستائش ہے۔

اقتدار کے پہلے ہی ہفتے اس نے چن چن کر مسلمانوں کے خلاف ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے نفرت وتعصب کا اظہار کھل کر شروع کردیا ہے اور سات مسلم ملکوں کے ویزہ ہولڈر پناہ گزینوں پر امریکہ کے دروازے بند کردیئے اور ایئرپورٹس پر ان کے ساتھ سفری دستاویزات کے باوجود ہتک آمیز سلوک برتا جارہا

ہے لیکن اس امتیازی اور متعصب فیصلے کے خلاف سارے عالم اسلام اور خصوصاً عربوں نے چپ سادھ رکھی ہے جو کہ انتہائی تکلیف دہ امر ہے۔دوسری جانب ٹرمپ کے مسلمانوں کے خلاف جاری نفرت انگیز اقدامات اور مسلم کش پالیسیوں کی روک تھام کیلئے امریکہ سمیت یورپ بھر کے ہزاروں لاکھوں عیسائی ،یہودی اور لامذہب ،لبرل ،سیکولر عوام نے بھی مسلمانوں کیساتھ مل کر بڑے بڑے مظاہرے شروع کر دیئے ہیں۔گویا

ع پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانہ سے

اسی طرح دنیا بھر کی انسانی حقوق کی تنظیموں نے سات مسلم ممالک کے باشندوں کی آمد پر پابندی کے فیصلے کو امتیازانہ اور متعصبانہ قرار دیا ہے اور کونسل آف امریکن اسلامک ریلیشنز نے اس فیصلے کو عدالت میں چیلنج کر دیا ہے اور امریکی کورٹ نے بھی ٹرمپ کا یہ فیصلہ امریکہ کے مفادات کے منافی قرار دے کر کالعدم قرار دے دیا ہے۔یوں تو ٹرمپ کے حالیہ اقدامات اور مستقبل کی سیاسی صورتحال سارے عالم اسلام کے مسلمانوں کے لئے قابل تشویش اور صبر آزما ہے لیکن ہر شر کے پہلو سے اللہ تعالیٰ خیر کا پہلو بھی نکالنے پر قادر ہے۔جس طرح کمیونزم کے علمبردار سوویت یونین کو اسی کے صدر میخائل گورباچوف نے اپنی پالیسیوں کے باعث شکست و ریخت سے دوچار کر دیا تھا،اسی طرح ٹرمپ بھی امریکہ کا گورباچوف ثابت ہوگا،کیونکہ اس کا آئیڈیل روس اور اس کے شدت پسند دوست صدر پیوٹن ہیں اور ٹرمپ آگے چل کر سرمایہ دارانہ نظام کے علمبردار امریکہ ومغرب میں سوشلزم کی تنفیذ چاہتے ہیں کیونکہ ڈیموکریٹک پارٹی کے صدارتی ٹکٹ کے امیدوار برنی سینڈرڈ نے پہلی مرتبہ امریکی نظام میں تبدیلی یعنی سوشلزم کا نعرہ لگایا لیکن اس کو کچھ وجوہات کی بنا پر امریکی صدارت کا ٹکٹ نہ مل سکا اور پھر ٹرمپ نے اسے تبدیلی کا نام دے کر اپنی متنازعہ الیکشن مہم چلائی اور اب یہ سوشلزم پر مبنی صدارتی مہم کے نعروں کی بنیاد پر عملی اقدامات کر رہا ہے،جس سے سرمایہ دارانہ نظام پر قائم حکومت اور امریکی معاشرہ بری طرح لرز رہا ہے۔اگر ٹرمپ اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام پر قائم امریکہ میں سوشلزم کا نظریہ شامل کرتا رہا تو ان شاء اللہ آئندہ چار سالوں میں امریکی کی بنیادیں تک ہل جائیں گی۔

الیکشن میں ٹرمپ نے امریکی حکومتی اور اسٹیبلشمنٹ کے نظام کو چیلنج کرنے کا جو دعویٰ کیا تھا وہ اب ایک ایک کر کے پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہے،جو آگے چل کر امریکی اسٹیبلشمنٹ و کانگریس سے ہضم نہ ہو اور یہ ٹرمپ کے مواخذہ کا سبب بھی بن سکتا ہے اور یہ بڑے سیاسی وانتظامی بحران کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوسکتا ہے۔''امریکہ میں ایک عرصے سے دو مختلف الرائے طبقات کے درمیان کشمکش جاری ہے ایک طبقہ ورلڈ آرڈر کے نام پر پوری دنیا میں اپنا نظام نافذ کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے اس نے باقاعدہ جنگی مہمات شروع کر رکھی ہیں جس پر سالانہ اربوں ڈالر صرف کئے جا رہے ہیں،دوسرا طبقہ اس کے برعکس خیالات کا حامل ہے جو دوسرے ممالک میں بے جا اور بے محل مداخلت کے نام پر جنگی کاروائیوں کے خلاف ،داخلی سطح پر

امریکی معاشی نظام مضبوط بنانے اور عالمی سطح پر کینیڈا کی طرز کا کردار ادا کرنے کیلئے کوشاں ہے۔ایک عرصے بعد ثانی الذکر طبقہ برسراقتدار آیا ہے جسکی قیادت ڈونلڈ ٹرمپ کے ہاتھ میں ہے، بادی النظر میں دیکھا جائے تو ڈونلڈ ٹرمپ کی یہ پالیسیاں یکطرفہ طور پر مسلمانوں کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔اسی طرح انہوں نے میکسیکو کے باشندوں کی آمد بھی روکنے کیلئے سخت اقدامات کئے ہیں حتیٰ کہ یہ باشندے مسلمان نہیں بلکہ عیسائی ہیں، معاشی میدان میں انہوں نے چین کا مقابلہ کرنے کا بھی اعلان کیا ہے۔ڈونلڈ ٹرمپ کے ان اقدامات کے باعث امریکہ میں مختلف رائے رکھنے والے طبقات کے درمیان تقسیم مزید گہری ہوگئی ہے۔''

اسی لئے سیاسی تجزیہ کار بلکہ عام عقل وشعور والا انسان بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ مذہبی تعصب میں مبتلا ٹرمپ اقتدار میں رہ کر نفرت اور تشدد پھیلانے کا مزید سبب بنے گا اور ٹرمپ کی صدارت امریکہ کی تاریخ کا سب سے پر انتشار اقتدار ہوگا جس کا واضح ثبوت حلف برداری کی تقریب کے دوران واشنگٹن اور نیویارک کی شاہراؤں پر توڑ پھوڑ کی صورت میں ساری دنیا نے براہ راست دیکھا اور اب برطانیہ میں پہلے دورہ کے موقع پر لاکھوں برطانوی شہری اسکے آمد و پالیسی کے خلاف سراپا احتجاج ہیں،کیونکہ نسل پرست ٹرمپ کی منفی سوچ، ظالمانہ پالیسیاں،متعصبانہ اقدامات اکیسویں صدی کے امریکہ کو ہٹلر کے نازی ازم میں دھکیل رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ سرمایہ دارانہ اور نیوورلڈ آرڈر اور گلوبلائزیشن نظام کا علمبردار امریکہ اب محدود تنگ گلی کی سیاست و کاروبار کی جانب آرہا ہے جو کہ خوش آئند امر اس طرح ہے کہ پوری دنیا کی جان اس خوانخواہ کے ''پولیس مین'' کی مداخلت سے آگے چل کر چھوٹ سکتی ہے۔خوش آئند امر یہ بھی ہے کہ ٹرمپ کے اسلام دشمن اقدامات کے نتیجے میں امریکہ و مغرب میں مسلمانوں کے ساتھ تعصب اور نفرت ہمدردی میں بدل گئی ہے،اور وہاں کے عوام کھل کر مسلمانوں کے حق میں کھڑے ہوگئے ہیں۔اس قربت سے مغربی عوام ۹/۱۱ کے حادثہ کے بعد کی صورتحال کی مانند قرآن ،اسلام ،سیرت الرسولؐ کا مطالعہ اور سمجھنے کی مزید کوشش کریں گے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے ۔۔۔ اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبادیں گے

صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ کی وفات

نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز ۔۔۔ یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

گزشتہ ایک دو ماہ عالم اسلام کیلئے بہت بھاری ثابت ہوئے،بڑے بڑے اکابرین ، نیکوکار، صالحین کی متاع گرانمایہ ہم سے دست اجل نے چھین لی ہے، دینی حلقوں کو صف ماتم لپیٹنے کا موقع ہی نہیں مل رہا، ایک کے بعد دوسرے اور پھر تیسرے جگر شگاف اور دل خراش جانکاہ حادثوں کی خبروں نے

اعصاب کو معطل کردیا ہے،ان میں سرفہرست پاکستان کے بطل جلیل مایہ ناز محقق ،قافلہ علمائے حق کے سپہ سالار ، نابغہ روزگار محدث اور متعدد بلند پایہ کتابوں کے مصنف ،پاکستانی مدارس کے سرپرست اعلیٰ و سائبان وفاق المدارس العربیہ اور "اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ" کے صدراور دارالعلوم دیوبند کے قدیم ترین فاضل شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ کی ہشت پہلو ہردلعزیز شخصیت کا انتقال ہے،موت العالِم موت العالَم کا محاورہ آج حقیقی طور پر حضرت شیخ الحدیثؒ کی رحلت پرصادق آرہا ہے، جو ہم سے ایسے نازک ،ناگفتہ بہ اور ابتر حالات میں بچھڑ گئے ہیں کہ قدم قدم پر ملکی اور بین الاقوامی سطح پر دینی مدارس کے تحفظ کے حوالہ سے کئی چیلنجز کا سامنا ہے،یوں تو ما شاء اللہ حضرتؒ نے اپنی بساط اور بیماری کے باوجود تقریباً چار عشروں سے جس طرح وفاق المدارس العربیہ کی سرپرستی کی اوراس کی ناؤ کو بیچ منجدھار سے کامیابی کے ساتھ ساحل عافیت کے ساتھ پہنچایا،وہ حضرت مرحوم کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ ۹/۱۱ کے واقعہ کے بعد امریکہ،مغرب اور ڈکٹیٹر جنرل مشرف تینوں مل کر دینی مدارس کے وجود پر جھپٹ پڑے تھے،لیکن حضرتؒ نے بڑی حکمت ،تدبر کے ساتھ معاملات کو آگے بڑھایا اور مدارس کے خلاف جاری مہم اور پروپیگنڈے کے بے قابو اور خطرناک سیلاب بلا کے سامنے سدِ سکندری باندھی اور وفاق المدارس کے ڈھیلے ڈھالے انتظامی ڈھانچے کو بہت مضبوط اور توانا کیا۔ابھی حال ہی میں وفاق المدارس میں جو بحران پیس اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن این جی او اور سیکرٹری جنرل کی تحقیقات کے حوالے کی وجہ سے اٹھا تھا آپ نے تقریباً نقاہت اور ضعف بلکہ مرض الموت کی کیفیت میں اس ساری صورتحال کا باریک بینی سے جائزہ لیا اور جاتے جاتے ہوئے بھی وفاق المدارس العربیہ کے بہت سے اہم مسائل پر آخری سانس تک بھرپور توجہ اور سرپرستی فرماکر دینی مدارس کو ایک بہت بڑے داخلی بحران سے حکمت کے ساتھ نکال لیا،جو ہم جیسے ناکارہ لوگوں کے لئے قابل رشک امر ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے ۱۹۶۷ء میں کراچی میں پاکستان کے بہت بڑے مثالی دینی ادارے "جامعہ فاروقیہ" کی بنیاد بھی رکھی اورآخر دم تک اس کے اہتمام اور خدمات میں منہمک رہے۔زندگی بھر درس حدیث کا سلسلہ جاری رکھا،بخاری شریف کوتقریباً پچپن برس تک پڑھایا جو بہت بڑی سعادت اور خوش بختی کی علامت ہے،آپ کی بخاری شریف کی معروف ومقبول شرح "کشف الباری" کی چوبیس جلدوں پر محیط شرح لکھی جسے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی پذیرائی بخشی اور لاکھوں طلباء کرام نے اس سے استفادہ کیا ہےاورتاقیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا،ضرورت اس امر کی ہے کہ کشف الباری کی باقی جلدوں پر بھی کام تیزی سے بڑھایا جائے تاکہ یہ شاہکار مکمل ہوکر حضرتؒ کے مستقل صدقہ جاریہ بنا رہے۔اس کے

علاوہ آپ کے ہزاروں شاگرد دنیا بھر میں دین اسلام کی خدمت کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب اور دارالعلوم کراچی کے مہتمم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب کے استاد تھے، جوان کی عظمت اور قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپؒ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت دادا جان مولانا عبدالحقؒ سے بھی کئی اہم کتب دارالعلوم دیوبند میں پڑھیں تھیں۔ ہمیشہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے رہے اور حضرت مولانا عبدالحقؒ کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے، اسی طرح آپؒ نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی خدمات کو بھرپور انداز میں ہر فورم پر پیش کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ مجھ جیسے ناکارہ طفل مکتب اور بے بضاعت طالبعلم کی بے ربط تحریریں اور خصوصاً سفرنامہ ''ذوق پرواز'' کے متعلق اپنے نیک اور تحسینی جذبات کا اظہار بار بار فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ سفرنامے کی چند قسطیں نہ پڑھ سکے تو بڑے اہتمام کے ساتھ 'الحق' کے وہ شمارے دفتر سے دوبارہ منگوائے اور اس پر اپنے شگفتہ مزاج کے مطابق خوشی کا اظہار فرمایا۔ یہ ان کی اصاغر پروری، وسعت ظرف، ذرہ نوازی اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے خاندان کے ساتھ قلبی محبت اور تعلق کا ایک عکس جمیل تھا، دراصل حضرتؒ ہر چھوٹے بڑے دینی کام کرنے والے افراد اور اداروں کی ایسی ہی حوصلہ افزائی اور سرپرستی دل کھول کر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت دادا جانؒ کی وفات کے موقع پر انہوں نے اپنے شیخ و استاد کے متعلق بہت اہم اور ٹھوس تعزیتی مکتوب مولانا سمیع الحق صاحب کے نام لکھا، اُن کے اِس عقیدت ومحبت سے لبریز مکتوب سے چند سطریں یہاں بھی نقل کی جاتی ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ کس قدر گہری اور والہانہ وابستگی رکھتے تھے: حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ رقمطراز ہیں:

''احقر کو ان کے ہزارہا شاگردوں کی فہرست میں ایک ادنی درجے کے شاگرد کی حیثیت سے شمولیت کا شرف حاصل ہے اور میرے اپنے گمان کے مطابق یہ عزت صرف دنیا کی حد تک ہی وجہ افتخار نہیں بلکہ آخرت کے ابدالآباد کی زندگی میں بھی اس کے ذریعہ کامیابی اور سعادت اندوزی کی بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ حضرت مولانا مرحوم کو اللہ تعالی نے بڑی جامع صفات شخصیت عطا فرمائی تھی اگر وہ ایک طرف علم کے سمندر کے شناور تھے اور تمام اقسام علوم میں ان کو وسعت نظر کے ساتھ حقیقی بصیرت بھی عطا ہوئی تھی تو دوسری طرف اللہ تعالی نے عالم ینتفع بعلمہ کی عظمت سے ان کو ایسی درخشاں بلندی عطا فرمائی تھی کہ بلاشبہ اپنے دور میں علمی افادے کے اندر ان کی مثال اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور تھی۔ ان کے

اخلاق عالیہ ،تواضع وانکساری ،صبر وتحمل ،احسان وکرم گستری، شفقت ورحمت، عفوودرگزر، جرأت ایمانی اور حق وصداقت کیلئے اولوالعزمی، عمل وعلم میں کمال امتیاز، استغناء وسیر چشمی وغیرہ نے ہر کہ ومہ، دوست، دشمن، اپنے اور غیر سب ہی سے اپنا لوہا منوایا۔کمال یہ تھا کہ صفات حمیدہ میں رسوخ نے وہ طبعی کیفیت حاصل کرلی تھی کہ کبھی بھی انکی نمود وظہور میں تکلف کا شائبہ کسی کو محسوس نہ ہوتا تھا۔ایک طرف وہ عالم بے بدل تھے اور مسند علم پر علمی تحقیقات سے تشنہ گان علوم کو سیراب فرماتے تھے تو دوسری طرف شیخ وقت اور مرشد کامل تھے کہ طالبین کو تعلق مع اللہ کی دولت سے مالامال فرمایا کرتے تھے۔ پھران عظیم دینی اور روحانی خدمات کیساتھ انہوں نے پاکستان میں نظام اسلام کے قیام کیلئے مملکت خداداد اور پاکستان کے تحفظ واستحکام کیلئے جوگرانقدر خدمات انجام دیں پاکستان کا ہر ذی شعور شہری اس سے بخوبی واقف ہے اور اسمبلی کا ریکارڈ اس کیلئے شاہد عدل ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کے آثار علمیہ اور دارالعلوم حقانیہ کے فیوض وبرکات کوتادیر قائم ودائم رکھیں اور آپ حضرات کو ان کا صحیح جانشین بنائیں۔آمین"۔(مکاتیب مشاہیر،ج ۴:ص ۱۰۳۹)

حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کے تلامذہ میں بڑے بڑے اصحاب علم ودانش ،جید مدرسین ،نامور محدثین اور اعلیٰ پائے کے مصنفین شامل ہیں، جوان کی عظمت اور قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

ع ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

اس قحط الرجال کے دور میں ایسے یادگار اسلاف ،گوہر آبدار اور درشاہسوار کا بچھڑنا عالم اسلام بالعموم اور برصغیر کے لئے بالخصوص ایک بہت بڑاالمیہ اور عظیم سانحہ ونقصان ہے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی ان جلیل القدر خدمات کے صلہ میں جنت الفردوس عطا فرمائے اور ان کے جانشینوں مولانا ڈاکٹر عادل خان، مولانا عبید اللہ خالد،دیگر نسبی اور روحانی پسماندگان کو اس عظیم صدمہ کی برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، دارالعلوم حقانیہ اور ادارہ الحق اس غم میں برابر کا شریک ہے اور دارالعلوم میں مرحوم کی یاد اور ایصال ثواب کے لئے تعزیتی اجتماع بھی کیا گیا......

داغ فراق صحبتِ شب کی جلی ہوئی اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

انٹرنیشنل تحریک ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا عبدالحفیظ مکیؒ کی جدائی

قرب قیامت کی علامات میں سے ہے کہ علمائے ربانیین زمین سے آہستہ آہستہ اٹھائے جائیں گے،صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان مرقدہ کے سانحہ کے دوسرے روز ایک اور جانکاہ حادثے نے اہل اسلام کو قلوب کو ہلا کر رکھ دیا، یہ پیر طریقت حضرت مولانا عبدالحفیظ مکیؒ کی اچانک وفات کی خبر تھی، جو اصلاحی اور تبلیغی دورہ کے سلسلے میں افریقہ تشریف لے گئے تھے اور دوران پرواز ان کی

طبیعت ناساز ہوگئی ،انہیں ایئرپورٹ سے سیدھا ہسپتال منتقل کیا گیا تحریک ختم نبوت پر آپ تن من اور دھن سے فدا تو تھے ہی،مرنا بھی اسی مقصد کیلئے آپ کو دیار غیر میں نصیب ہوا اور وہیں پہ انہوں نے جان جاں آفریں کے سپرد کردی......

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

حضرت مرحوم ایک باکمال علمی و روحانی شخصیت تھے،آپ انتہائی متواضع ،منکسرالمزاج ،نرم خو طبیعت کے مالک تھے، زندگی بھر حرمین شریفین اور دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرور فضاؤں میں بسر کی اور زندگی کی آخری سانس تک تحفظ ختم نبوت کی مقدس تحریک کی خدمت میں مصروف عمل رہے۔آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خلیفہ مجاز تھے،طریقت ،سلوک واحسان اور تبلیغ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا،اس کے ساتھ ساتھ حدیث کا درس بھی زندگی بھر دیتے رہے، کئی اہم دینی کتابوں کے مصنف ومؤلف بھی تھے،خصوصاً اپنے شیخ اور برصغیر کے عظیم محدث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی عظیم علمی تحقیقات اوجزالمسالك شرح موطا امام مالك،لامع الدارى،كنز المتوارى شرح صحيح البخارى سمیت دیگر اہم کتابوں کو اپنے تعلیقات کے ساتھ عالم عرب میں شائع فرمایا۔

حضرت مکیؒ شرعی علوم کے ساتھ ساتھ جادۂ سلوک واحسان کے بھی راہی تھے۔گویا شریعت اور طریقت کے مجمع البحرین تھے۔حضرتؒ کی اچانک رحلت سے علم وفضل کی مسند ویران ہوگئی اور مدرسہ خانقاہ کی رونقیں ماند پڑگئیں، اوراس کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کے دعوتی واصلاحی اسفار بھی جاری رکھتے۔حضرت مولاناؒ حجاز مقدس میں چند بچے کھچے مقیم پاکستانی اکابر علماء کے سرخیل اور نمائندے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان اور دنیا بھر میں حرمین شریفین کے سفیر اور رابطہ کار کا کام بھی آپ دے رہے تھے۔ہائے افسوس! دیار حرم میں علمائے دیوبند کے بہت بڑے ترجمان،نمائندے اور دعاگو سے ہم سب محروم ہوگئے۔حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ،حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور دارالعلوم حقانیہ سے انہیں خاص عقیدت ومحبت تھی،عمر بھر اسی محبت کا بھرم نبھاتے رہے،ابھی پچھلے سال ہی دارالعلوم حقانیہ میں تشریف لائے تھے،اور ایوان شریعت ہال میں دارالعلوم کی عظمت اور خدمات پر ایک جامع خطاب فرمایا اور طلباء کو اجازت حدیث بھی عطا کی۔دارالعلوم میں اس آخری ملاقات کے موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ اپنی گہری عقیدت ومحبت کا اظہار اس طرح فرمایا کہ رخصت ہوتے ہوئے جھک کر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے دونوں ہاتھوں کو بوسے دیئے، حالانکہ خود بہت بڑے عالم دین اور ساتھ ساتھ بڑے پیر ومرشد بھی تھے،لیکن بڑے لوگوں کے اوصاف بھی بڑے ہوتے ہیں۔آپ کا پہلا نماز جنازہ افریقہ میں ادا

ہوا،اورختم نبوت کے اس پروانے کا جسد خاکی مدینہ منورہ پہنچایا گیا جس کے تحفظ اور عقیدے کا پیغام زندگی بھر آپ نے شہر شہر،قریہ قریہ بلکہ افریقہ کے صحراؤں تک پہنچایا۔ماشاء اللہ موت بھی اس مسافر حق کو اس صورت آئی کہ آپ ختم نبوت کے پیغامبر کی حیثیت سے حالتِ سفر میں تھے۔چنانچہ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا کے مصداق آپ کا جسد اطہر جمعرات کی رات کو پہنچ گیا اور صبح مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد جنت البقیع میں اس ختم نبوت کے سچے داعی، امین، مبلغ، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت کرامؓ کی کہکشاؤں اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے ماہ پاروں کے جھرمٹ سے مرصع مبارک قبرستان میں ہزاروں علماء، صلحاومعترین کے ہاتھوں سپرد خاک کردیئے گئے،وہ جنہوں نے عقیدہ ختم نبوت کے لئے پہلے ہی اپنی زندگیاں نچھاور کی تھیں، عجب نہیں کہ رحمت للعالمین شفیع المذنبین آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بڑھ کر اپنے قابل فخر غلام کا استقبال بڑے پرتپاک سے کیا ہوگا اور انہیں ابدی مسرتوں اور سرمدی لذتوں کی بشارت دی ہوگی۔ ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔دارالعلوم حقانیہ آپ کے پسماندگان اور انٹرنیشنل تحریک ختم نبوت کے عہدیداروں کے ساتھ اس غم میں برابر کا شریک ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق اعظمیؒ کی رحلت

ہندوستان سے اس اندوہناک حادثہ کی خبر نے پاکستان کے دینی حلقوں اور مدارس کے علماء وطلباء کو حزن وغم میں ڈبو دیا کہ ام المدارس دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق اعظمیؒ بھی طویل علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔آپ بلند پایہ محدث،بہترین مدرس اور مستجاب الدعوات اکابرین میں سے تھے،آپ سادہ مزاج،متواضع اور منکسرالمزاج انسان تھے،حضرت دارالعلوم دیوبند کی مسند حدیث پر تقریباً ۳۳ برس تک رونق افروز رہے اور بھی کئی اہم دیگر مدارس میں اپنی شاندار تدریسی خدمات سرانجام دیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت قبولیت اور ہردلعزیزی عطا فرمائی تھی، ۱۱راپریل ۲۰۰۱ء کو دارالعلوم دیوبند کے اعلیٰ سطحی وفد کے ہمراہ جامعہ حقانیہ بھی تشریف لائے تھے،اس وفد میں امیر جمعیت علماء ہند حضرت مولانا اسعد مدنیؒ ،دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمانؒ،حضرت مولانا محمد عثمان،حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحبان بھی ہمراہ تھے۔آپ نے جامعہ حقانیہ کے دارالحدیث میں طلباء کا اجازت حدیث بھی عطا فرمائی تھی۔ دارالعلوم حقانیہ میں ان کی وفات پر تعزیتی اجتماع اور قرآن خوانی کی گئی۔

ابو رغدہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ کی وفات پر دارالعلوم حقانیہ میں تعزیتی ریفرنس

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا خطاب

اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سربراہ اور جامعہ فاروقیہ کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان قدس سرہ مختصر علالت کے بعد ۹۶ سال کی عمر میں اتوار کی شب کراچی میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ،حضرت کی موت کی خبر تمام امت مسلمہ کیلئے عموما اور اہل مدارس علماء اور طلباء کے لئے خصوصاً عظیم الشان صدمہ اور ایک حادثہ فاجعہ سے کم نہ تھی ،جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے علماء طلباء اور تمام متعلقین جامعہ حقانیہ غم سے نڈھال تھے حضرت کے ایصال ثواب کیلئے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے وسیع ہال دارالحدیث میں کئی ختم قرآن کا اہتمام کیا گیا اور اس اجتماع سے شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے ایک مختصر تعزیتی بیان بھی فرمایا جسے احقر نے قلمبند کیا۔

الحمدللّٰہ وکفی والصلاۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم بسم اللّٰہ الرحیم قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لغبض العلم بقبض العلماء او کما قال علیہ السلام

میرے عزیز طلباء! آپ کو اس المناک حادثے کا علم ہوا ہے، وفاق المدارس العربیہ کے صدر، جامعہ فاروقیہ کے مہتمم اور اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے سربراہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز وفات پاگئے ،اناللہ وانا الیہ راجعون ۔ان کا ایک جنازہ صبح آٹھ بجے ہو چکا ہے اور دوسرا جنازہ دو بجے جامعہ فاروقیہ جدید میں ادا کیا جائے گا، میری تو جانے کی ہمت نہ ہوسکی لیکن مولانا انوار الحق صاحب دارالعلوم حقانیہ کی نمائندگی کیلئے گئے ،کوئی حادثہ ایک خاندان کیلئے ہوتا ہے، اور کبھی کسی علاقے کے لئے ،مگر ایسے جلیل القدر عالم کی موت تمام اہل علم اور مدارس دینیہ کیلئے ایک سانحہ ہے، یہ بہت بڑا خلا ہے اور پوری امت مسلمہ کیلئے حادثہ فاجعہ سے کم نہیں۔

مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالی نے بہت بلند مقامات عطا فرمایا تھا، اللہ تعالی نے

ان کو مقبولیت دی تھی، اس وقت وہ بقیۃ السلف تھے،دیوبند کے اکابرین کا قافلہ رخصت ہورہا ہے،ایک ایک کرکے جارہے ہیں وہ اکابرین دارلعلوم دیوبند خصوصاً حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے فیض یاب ہوکر یہاں علم کی شمع روشن کئے ہوئے تھے وہ سب تقریبا جاچکے ہیں، مولانا کو اللہ تعالی نے لمبی عمر عطافرمائی تھی،تقریبا ۹۴یا۹۶ سال کی عمر پائی،یہ بہت بڑا خلاء ہے اور بظاہر بہت ہی قحط الرجال کا زمانہ ہے،علم بھی اٹھتا ہے،علماء کے رفع کیساتھ، جب علماء چلے جائیں تو علم ختم ہوجائیگا اور جب علم ختم ہوجائے تو قیامت کیلئے راہ ہموار ہوجائیگی اسلئے علماء کی موت قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کا اس لحاظ سے ہمارے اوپر حق ہے،کہ وہ شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے خاص اور بہت قریبی شاگردوں میں سے بھی تھے،دارالعلوم دیوبند میں کئی کتابیں انہوں نے مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے پڑھی تھیں، وہ جوانی میں کبھی کبھار دارالعلوم حقانیہ آیا کرتے تھے،جب پاکستان بنا اوردارالعلوم دیوبند آنا جانا بند ہوگیا،تو استاد کی ملاقات کیلئے اکوڑہ خٹک تشریف لاتے۔ مجھے یاد ہے کہ شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں کہا تھا،کہ اس بندۂ خدا کی وجہ سے میں دودو گھنٹے کتاب کا مطالعہ کرتا تھا،یعنی بعض کتابیں بہت مغلق اورمشکل ہوتی تھیں، جس کا مطالعہ میں کرتا تھا،اس لئے کہ یہ بہت ذہین تھے،جب طالب علم بہت ذہین ہو اور سوالات کرتا ہو اور مشکلات پیش کرتا ہوتو پھر استاد پر بھی ذمہ داری ہوتی ہے،اوراس کیلئے پوری تیاری کرنی پڑتی ہے،تو یہ ایسا طالب علم تھا کہ جس کے لئے مجھے تیاری کرنی پڑتی تھی،حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی یہ بات حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب کیلئے بہت بڑی تعریف اور سند کا درجہ رکھتی ہے،اب تو طلبانہ اعتراض کرتے ہیں، نہ سوال۔وہ زمانہ ختم ہوچکا ہے، پہلے طلباء اٹھ کراپنے اشکالات پیش کرتے تھے،اب تو آپ بے فکر ہیں، کچھ عرصہ پہلے تو پرچی کے ذریعے سوال پوچھ لیتے تھے،لیکن اب وہ سلسلہ بھی بند ہوگیا،بہر حال،یہ ان کیلئے اپنی استاد کی بڑی شہادت ہے،کہ شاگردی کی حالت میں بھی وہ ایسے تھے،کہ استاد کو محنت کرنی پڑتی اللہ تعالی نے ان کو ابتداء سے ہی یہ صفات دے رکھی تھیں۔

میں بہت چھوٹی عمر میں (تقریبا آٹھ نو سال کی عمر میں) دارالعلوم دیوبند گیا تھا،حضرت شیخ الحدیث والد ماجد رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند میں تدریس فرماتے تھے،ان کی خواہش تھی کہ مجھے لایا جائے، اس وقت میری عمر آٹھ نوسال کی تھی،اس لئے کہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا ہے اور۱۹۳۶ء یا۱۹۳۷ء میری پیدائش ہے تو میں آٹھ نوسال کا تھا،کہ میرے داداجان نے مجھے اپنے چچا کے ساتھ دارالعلوم دیوبند بھیج دیا،کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کی خواہش پوری ہوجائے،تو ہم ریل گاڑی میں دارالعلوم دیوبند گئے، جب دارالعلوم دیوبند پہنچے تو مجھے اب تک وہ منظر یاد ہے،اوپر ایک درسگاہ میں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ

تشریف فرماتھے، سہ ماہی یا ششماہی تقریری امتحان لے رہے تھے، تو حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے جب مجھے دیکھا تو خوشی سے امتحان کو مختصر کردیا اور باقی طلباء کو کہا جاؤ بچو! آپ تو ویسے ہی پاس ہیں، یہ قصہ مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے مجھے سنایا تھا، وہ کہتے تھے، کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ آئے تھے، اور کھڑکیوں اور تپائیوں پر چھلانگیں لگایا کرتے تھے، اس وقت میں سات آٹھ سال کا بچہ تھا، وہ نقشہ سارا ان کے ذہن میں تھا، جب بھی میں ان سے ملنے جاتا تھا، تو وہ اپنے بچوں کو بلاتے اور ان کو کہتے یہ مجھے اس زمانے سے یاد ہے، کہ سات، آٹھ سال کی عمر میں دیوبند تشریف لائے تھے، میں چند دن کیلئے گیا تھا، تو بہر حال انہوں نے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے وہ تعلق اور محبت برقرار رکھا، اور اس تعلق اور محبت کی خاطر یہاں تشریف بھی لاتے تھے۔

میں نے آپ کو پہلے بھی کہا تھا کہ یہاں پر ان کے ایک دوست مولانا حافظ اسرار الحق صاحب جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے اور اکوڑہ خٹک کے باشندے تھے، اور ان کا تعلق ایسے خاندان سے تھا، جو علماء کا نہیں تھا اور وہ بہت زیادہ ذہین تھے، اس نے پورے ہندوستان اور پاکستان میں دورہ حدیث میں اول پوزیشن لی، وہ کلاس میں ہر ہر لفظ لکھتے تھے، ان کے اساتذہ کا کوئی ایک جملہ ایسا نہیں تھا جو انہوں نے لکھا نہ ہو، کاپیوں کا ایک بڑا پلندہ تھا ان کی الماری میں، مولانا سلیم اللہ خان صاحب ان کے طالبعلمی کے دوست تھے، اس سے ملنے کیلئے بھی آتے تھے اور پھر انہوں نے ان سے وہ اور املائی تحریریں بھی لے لی تھیں، اور مکمل محفوظ فرمایا، حضرت وفاق المدارس کی خدمت میں طویل عرصہ سے مصروف عمل تھے اور نصاب اور تعلیمی نظام کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی صفات سے نوازا تھا۔

دارالعلوم حقانیہ میں بیس پچیس سال پہلے تمام پاکستان کے وفاق المدارس کا اجلاس منعقد ہوا تھا، جس کیلئے میں نے مولانا عزیر گل صاحب (اسیر مالٹا) کو بھی مجبور کیا تھا اور اس اجلاس میں شرکت کیلئے میں ان کو یہاں لایا تھا، تمام مہتممین کی بھی یہی خواہش تھی کہ وہ حضرت مولانا عزیر گل صاحب کو دیکھیں، تین چار ہزار مہتممین اور علماء دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور وفاق المدارس کا وہ سالانہ اجتماع یہاں منعقد ہوا، دو دن وہ اجتماع یہاں جاری رہا یہ ایک تاریخی اور عجیب اجتماع تھا، اس اجتماع کی پوری نظامت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی سپرد تھی، جو اس وقت وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ تھے، اس اجتماع کے ناظم اور سٹیج سیکرٹری کے تمام انتظامات حضرت شیخ الحدیث سلیم اللہ خان نے خود سنبھالتے تھے، علماء، نصاب کے متعلق، نصاب میں اصلاح کے بارے میں، مدارس کی بہتری کے بارے میں تجاویز اور تقریریں پیش کرتے تھے، یہ اسے لکھتے تھے، پھر اس کا جواب دیتے تھے تو یہ پورا حصہ اس اجتماع کا مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی نظامت میں

ایک جلد میں محفوظ ہوچکی ہے، خطبات مشاہیر میں ایک جلد صرف اس اجتماع کے بارے میں ہے تو ان کی صلاحیتوں کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے، ہر تجویز پر تبصرہ کرنا اس کا جواب دینا بڑا مشکل کام ہے جو انجام دیتے رہے۔

اس وقت درس وتدریس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا موقع عطا فرمایا اور شیخ الحدیث جیسے اعلیٰ منصب اور مسند پر فائز کیا، اب بھی ان کی کئی کتابیں زیر مطالعہ ہیں، کشف الباری بخاری شریف کی شرح ہے، ابھی پچھلے ہفتہ کشف البیان کی ایک جلد بھی آئی، کشف البیان تفسیر کے بارے میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو تلامذہ اور دوست بھی اچھے عطا فرمائے تھے، جو ان کے ساتھ مآخذ اور مراجع میں معاونت کرتے تھے، یہ کشف الباری بھی اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرمائی ہے، بیس پچیس جلدوں میں ہے تو اس وقت ہم سے ایسی شخصیت جدا ہوئی کہ سارے لوگ اور تمام مکاتب فکر اس پر اعتماد کرتے تھے، ایک تو ہماری اپنی تنظیم ہے وفاق المدارس، جس سے بیس پچیس ہزار مدارس منسلک ہیں، دوسرا اہل تشیع کا، اور بریلوی حضرات کا بھی ہے، اہل حدیث کا بھی ہے، یہ پانچ تنظیمات ہیں، اتحاد مدارس دینیہ، ان کا بھی کسی اور پر اتفاق نہیں ہوتا تھا، انہوں نے بھی ان کو اپنا صدر بنایا ہوا تھا، صرف ہمارے وفاق کے صدر نہیں تھے بلکہ سب وفاقوں کے بھی یہ صدر تھے، لہٰذا یہ مقبولیت بہت کم لوگوں کو ملتی ہے۔

ہمارے اکابر دیوبند تو سب ایک ایک کرکے جا رہے ہیں، قحط الرجال ہے، تو یہ بہت بڑی خلاء ہے، اللہ تعالیٰ اس خلاء کو پُر کرے، یہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ بہترین اور حضرت شیخ جیسی صفات کی حامل شخصیت وفاق المدارس کے لئے منتخب فرمائے اور اس پر ہم سب کا اتفاق آجائے، کیونکہ وقت بہت نازک ہے، مدارس کے خلاف حکومتوں کے عزائم آپ کو معلوم ہیں، ایک بہت بڑی جنگ ہے، اور اس کے نصاب اور اصلاح کے نام پر غداری کی جارہی ہے، اس سارے نظام سے، روح نکالنے کی کوشش کی جارہی ہے، اور اس نظام سے کالج اور یونیورسٹیاں بنانا چاہتے ہیں، ایسے وقت میں اس کی مدافعت اور ان کی سازشوں کی مزاحمت کرنے کیلئے بہت زیادہ بیدار مغز شخص کی ضرورت ہے، کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقبولیت بھی حاصل ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے شخص سے نوازے، اور جامعہ فاروقیہ اور یہ دیگر ادارے اور ان کی خدمات اللہ تعالیٰ تاقیامت جاری وساری رکھے، یہ نقصان جو اکابرین دیوبند کے جانے سے ہمیں پہونچا ہے، اللہ تعالیٰ اس خلاء کو اچھے طریقے سے پُر کردیں، اور ہمارے موجودہ علماء اور موجودہ تلامذہ اور طلباء سے اللہ کام لے، ان کو صلاحیتیں عطا فرمائے اور ان کو ایسے صفات پر متصف فرمائے جو کمالات اور صفات ہمارے اکابر کے تھے، ایک بہت بڑی خلاء ہے اب ان کیلئے ایصال ثواب فرمادیں۔

(قسط ۵۳) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی۔

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

۱۹۸۱ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب، اہل محلہ و گرد و پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی تجزیہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

پی ٹی سی کے چیئرمین اور مجاہدین کی جماعت 'قومی اتحاد' کے امیر کی آمد

۵فروری: پاکستان ٹوبیکو کمپنی (پی۔ٹی۔سی) کے چیرمین جناب نظام اے شاہ نے مقامی انتظامیہ اور چیئرمین بلدیہ اکوڑہ و اراکین بلدیہ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ملاقات عیدگاہ کے توسیعی منصوبہ اور دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا معائنہ کیا اور بہت محظوظ ہوئے ، انہوں نے الحق اور مؤتمر المصنفین وغیرہ کے شعبے بھی دیکھے ۔اسی روز افغان مجاہدین کی ایک جماعت قومی اتحاد افغانستان کے امیر مولانا فتح خان حقانی اور نائب امیر و دیگر حضرات جو دارالعلوم حقانیہ ہی کے فضلاء تھے ۔احقر سے ملاقات کی اور تبادلۂ خیالات کیا۔

حضرت مولانا عبدالحقؒ کی سرپرستی میں وفاق کی مجلس عاملہ کا اجلاس

۲۱فروری: کو وفاق المدارس العربیہ کی مجلس عاملہ کا اہم اجلاس روالپنڈی میں منعقد ہوا۔جس میں قومی کمیٹی برائے دینی مدارس کی رپورٹ اور حکومت کے مجوزہ پروگرام پر غور وخوض کیا گیا ۔حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ جنہیں مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کی وفات کے بعد وفاق المدارس کا باضابطہ سرپرست بنایا گیا نے بھی ایجنڈا کی اہمیت کی بناپر شرکت کی ۔احقر سمیع الحق میں نے بھی قومی کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے جو

کام کیا تھا اس سے عاملہ کو تفصیلاً آگاہ کیا۔ عاملہ کے کہنے پر میں نے اس سلسلہ میں ایک توثیقی قرارداد مرتب کی جسے عاملہ نے متفقہ طور پر منظور کیا۔ اس قرارداد کا متن یہ ہے:

قومی کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے رپورٹ اور قرارداد کو مرتب کرنا

قرارداد: نصاب ونظام تعلیم کی اصلاح کے ساتھ مدارس کے اصل روح کا تحفظ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم :

مدارس عربیہ کے نصاب ونظام تعلیم کی فلاح واصلاح کے سلسلہ میں جن مقاصد کے ماتحت قومی کمیٹی برائے دینی مدارس قائم ہوئی ۔ اس کمیٹی میں شامل مسلک دیوبند کی ترجمانی اوروفاق المدارس العربیہ کی نمائندگی کرنیوالے فاضل ارکان نے کمیٹی کے آغاز سے سفارشات کی تکمیل تک کمیٹی کے ساتھ بھرپور اورمؤثر تعاون کیا۔ مگراس پورے عرصہ میں ان ارکان نے یہ جدوجہد بھی کی کہ ایک طرف مدارس عربیہ کے نصاب کی نہایت فاضلانہ اور جامع حیثیت بھی مجروح نہ ہونے پائے جوآگے چل کر فارغ التحصیل ہونے والے علماء کے رسوخ فی الدین تعمق اور علمی صلاحیتوں پراثرانداز ہو۔ دوسری طرف موجودہ دور کی تعلیمی سندات اورڈگریوں سے معادلہ کے ضمن میں عصری علوم ومضامین جونہایت لازمی اورضروری ہوں صرف ان کوشامل نصاب کرنے پراکتفا کیا جائے۔

اس کیساتھ ان ارکان کا یہ غیر متزلزل موقف بھی رہا کہ مجوزہ اصلاحی اقدامات سے کوئی بھی ایسی صورت ان مدارس کیلئے ناقابل برداشت ہوگی جن سے ان مدارس کی خودمختاری حیثیت اورآزادی مجروح ہواہو۔صدیوں سے آزمودہ للّٰہی طریقہ کار میں رخنہ پڑے کیونکہ ایسی کوئی بھی مداخلت آگے چل کر مدارس کے اصل دینی مقاصد روحانی اوراخلاقی تربیت، تعلیمی روح اورڈھانچہ کودرہم برہم کرکے رکھ دے گی ۔کمیٹی کے سامنے جب مدارس کے اصلاحی وتنظیمی اورنصابی امور کے بارہ میں ایک خودمختار ادارہ کی تشکیل کا مسئلہ آیا تو ہمارے ان فاضل ارکان نے حکومتوں کے عمل دخل سے آزادرکھنے کی خاطر اس بورڈ کی تشکیل کے بارہ میں اپنا متبادل خاکہ پیش کیا جو ہمارے لئے نہایت ناگزیر تھا مگر اسے نظرانداز کیا گیا اوراسے بہت معمولی اورخفیف ثابت کرنے کیلئے ہمارے ارکان کے متفقہ اختلافی نوٹ کی بجائے ایک فاضل رکن کے وضاحتی نوٹ کی صورت میں رپورٹ کے آخر میں شامل کیا گیا۔ ہمارے ان ارکان کا مؤقف کسی علمی تنگ نظری یاجموداورعصر حاضر کی ضروری مضامین اورعلوم کوشامل کرنے سے گریز کرنے کی وجہ سے نہ تھا۔ جب کہ انہیں خودبھی اسے بہتر سے بہتر بنانے کااحساس ہے لیکن ان مقاصد کی وجہ سے اگران مدارس کی آزادی اورخودمختاری داؤ پر لگادی جاتی تو نتیجتاً ان مدارس سے امت کودنیا کی بھلائی تو کیا ملتی دین اوردینی

مقاصد سے بھی ہاتھ دھونا پڑ جاتا۔

وفاق المدارس اور اکابر علماء کا مجوزہ پروگرام مسترد کرنے کی قرارداد کا متن

چنانچہ رپورٹ کے سامنے آجانے سے وفاق المدارس اور دیوبند کے اکابر علماء کرام نے موجودہ اور مستقبل کے خدشات کے پیش نظر مورخہ ۳۰ رجب ۱۳۹۹ھ جون ۱۹۸۰ء کو ملتان میں اپنے مجلس عاملہ کے اجلاس میں اس پروگرام کو مسترد کر کے قرارداد پاس کی۔ جس کے بعد مجلس شوریٰ نے ۳۰ نومبر ۸۰ء کے اجلاس میں توثیق بھی کردی، اس قرارداد کا متن یہ ہے:

مجلس عاملہ کا یہ اجلاس اصلاح نصاب ونظام کے سلسلہ میں مجوزہ قومی کمیٹی کی تجاویز وسفارشات کے ہر پہلو پر پورے اخلاص کے ساتھ غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ مدارس عربیہ کی موجودہ صورت میں ان مدارس عربیہ سے جو فراغت پاتے ہیں۔ اخلاص وللّٰہیت، رسوخ فی العلم، تدین وتقویٰ، حریت وعمل جہاد وجہدللہ، بے لوث دینی وعلمی خدمات کے لحاظ سے ان کا ایک ممتاز مقام ہوتا ہے، پچھلے سو سال سے ہمارے اسلاف نے ملک وملت کے بقاء اور دینی وملی خدمات کیلئے اس نظام تعلیم کو ذریعہ بنایا ہوا ہے اگر ان مدارس کے نصاب میں مجوزہ عصری علوم بھی شامل کر لئے گئے تو ایک طرف تو علماء کا مطمح نظر یہی عصری ڈگریاں، عہدے اور مناصب بن جائیں گے اور دوسری طرف اعتماد علی اللہ، اخلاص وللّٰہیت اور دین کی بے لوث خدمت کا جذبہ ختم ہوجائے گا۔ تیسری طرف نصاب تعلیم اتنا بوجھل اور بھاری ہو جائے گا کہ جس کی وجہ سے علوم دینیہ عربیہ میں رسوخ فی العلم اور اعلیٰ استعداد وصلاحیت برقرار نہیں رہ سکے گی جس کی مثال یونیورسٹی اور کالجوں کے شعبۂ عربی واسلامیات کے فضلاء کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ اس لحاظ سے اب تک تجربات، اسلاف کی دور اندیشی اور دینی بصیرت کی روشنی میں اس اجلاس کا یہ فیصلہ ہے کہ کمیٹی کی مجوزہ سفارشات (جس میں ہمارے نمائندوں کی متبادل تجاویز کو اختلافی نوٹ کی شکل میں رکھا گیا ہے) کو مسترد کیا جائے اور مسلک دیوبند اور وفاق سے وابستہ تمام مدارس سے قطعی توقع رکھتا ہے کہ دینی مفاد، علمی رسوخ واستعداد کی بقاء اور حفاظت کی خاطر ایسے تمام مجوزہ اقدامات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملک کے پچانوے فیصد جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی دینی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں سکولوں کالجوں یونیورسٹیوں کے نصابوں اور طریق تعلیم میں فوری طور پر ممتاز اور جید علماء کرام کی سفارشات کی روشنی میں ایسی تبدیلی کی جائے کہ وہاں سے فارغ ہونے والے دینی اور اسلامی علوم سے پوری طرح آگاہ ہوسکیں اور آگے چل کر ملک کے بہترین اور صالح شہری ثابت ہوسکیں۔

مولانا ولایت شاہ کاکاخیل کی وفات

۲۳ فروری: مولانا ولایت شاہ صاحب کاکاخیل فاضل دیوبند جو دارالعلوم کے نہایت مخلص اور سرکردہ اراکین شوریٰ میں تھے اور مخدوم ومحترم میاں مسرت شاہ کاکاخیل کی وفات کے بعد دارالعلوم کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔کافی عرصہ سے مرض قلب کے شکار رہ کر ۲۳ فروری کو انتقال فرماگئے ۔ جس سے علاقہ بھر کے علمی ودینی حلقوں کو عموماً اور دارالعلوم کو بالخصوص شدید صدمہ پہنچا۔

۲۴ فروری کوان کے گاؤں حکمت آباد میں جنازہ ہوا جسے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے پڑھایا اور حاضرین اور سارے خاندان کو کلمات تعزیت سے نوازا ۔ اس موقع پر دارالعلوم کے اکثر اساتذہ واراکین بھی موجود تھے۔ احقر نے تدفین سے قبل مولانا کی خدمات پر تعزیتی خطاب کیا۔ دارالعلوم میں مولانا مرحوم کیلئے ایصال ثواب کا اہتمام ہوا اور دعائیں کی گئیں۔

کتب خانہ حقانیہ کیلئے نواب آف ٹیری ایوب مامون صاحب اور مولانا حلیم گل کا عطیہ

مشہور صاحب خیر نواب آف ٹیری مرحوم ضلع کوہاٹ کے گراں قدر کتب خانہ کا ایک بڑا حصہ ان کے ورثاء نے دارالعلوم حقانیہ کے کتب خانہ میں وقف کراکر محفوظ کروایا تھا۔ اب اس کتب خانہ کے مزید کچھ حصہ ان کے ایک عزیز کیپٹن نواب زادہ عبدالصبور خٹک کے ذریعے پہنچ چکا ہے۔

کراچی کے جناب ایوب ماموں صاحب نے دورۂ حدیث کے مکمل دس سیٹ ارسال فرمائے ہیں اور تورڈھیر کے مولانا سید حلیم گل مرحوم کے ورثاء نے ان کی کتابیں دارالعلوم بھیج کر صدقۂ جاریہ کا یک دروازہ اپنے لئے کھول دیا ہے۔ دارالعلوم سب کا ممنون ہے۔

مولانا حمداللہ ڈاگئی اور بریگیڈئر گلزار احمد کی آمد

۲۵/فروری: مولانا حمداللہ صاحب ڈاگئی مردان دارالعلوم تشریف لائے اور طلباء سے خطاب فرمایا۔

۳/مارچ: صاحب علم وفکر جناب بریگیڈیر گلزار احمد صاحب دارالعلوم تشریف لائے ، دفتر الحق میں مجھ سے تبادلہ خیالات ہوا۔

حافظ خوشحال دین کی رحلت

۷/مارچ: اکوڑہ خٹک کے ایک معمر حافظ قرآن خوشحال دین صاحب رحلت فرماگئے انہوں نے ساری زندگی قرآن کریم کے درس اور حفظ کرانے میں خرچ کی۔ حضرت شیخ الحدیث نے نماز جنازہ پڑھائی۔

۸/مارچ: دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ تعلیم القرآن مڈل سکول کے دینیات کے سالانہ امتحانات ہوئے ۔ دارالعلوم کے جید اساتذہ اور شہر کے بعض علماء نے امتحان لیا۔

مولانا فضل محمد فقیر والی کی وفات

۹؍مارچ: مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی کے حضرت مولانا فضل محمد صاحب مرحوم کی وفات پر دارالعلوم میں اظہار تعزیت کیا گیا احقر نے درس حدیث کے بعد دارالحدیث میں ایصال ثواب اور دعا کرائی۔

۱۲؍مارچ: مولانا عبدالباقی صاحب سرحد کے صوبائی وزیر مال واوقاف دارالعلوم تشریف لائے۔حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ملاقات کی نئی ذمہ داریاں نبھانے کے لئے دعا کی درخواست کی۔وہ کافی دیر تک دفتر الحق میں میرے ساتھ رہے۔

۱۴؍مارچ: دارالعلوم کے ششماہی امتحانات تحریری اور تقریری شروع ہوئے جو ایک ہفتہ جاری رہے

دارالحفظ کیلئے لکڑی کا عطیہ

۱۵؍مارچ: دارالعلوم کے شعبہ تجوید وتحفیظ قرآن کریم کی شاندار عمارت زیر تعمیر ہے۔تعمیری ضروریات کے سلسلہ میں لکڑی کے بعض تجار کو لکڑی کی شکل میں مدد فرمانے کی توجہ دلائی گئی۔اس اپیل پر درگئی کے ایک نہایت صاحب درد اور مخیر شخصیت نے تقریباً تین سو فٹ سے زائد عمدہ لکڑی بطور عطیہ پیش فرمائی۔اس خطیر امداد پر پورا حلقہ دارالعلوم ممنون اور دعا گو ہے تقریباً ایک ہزار فٹ تعمیراتی لکڑی کا تخمینہ ہے۔

شیخ الحدیث کی خالہ مرحومہ کا انتقال

۲۸؍مارچ: حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ایک معمر اور خدارسیدہ خالہ محترمہ کا بمقام لونڈ خوڑ مردان میں انتقال ہوگیا۔نماز جنازہ حضرت مدظلہ نے پڑھائی اور مقبرہ میں حاضرین سے گھنٹہ بھر خطاب فرمایا۔مرحومہ مولوی فضل سبحان فاضل حقانیہ اور مولانا عزیز الرحمٰن کی والدہ محترمہ تھیں۔اللھم اغفرھا وارحمھا واجعل الفردوس مأواھا

مولانا مفتی محمود کی رحلت پر نئے سیکرٹری جنرل کا انتخاب اور نظام العلماء کا سیاسی اتحاد واشتراک کے مسئلہ پر موقف:

مندرجہ بالا موضوع سے متعلق مولانا زاہد الراشدی صاحب کے دو مکتوب حضرت مولانا سمیع الحق کی ڈائری میں ملے،یہ انتہائی حساس اور اہم موضوع ہے۔جس میں جمعیت کی دو دھڑوں میں تقسیم کی وجوہات اکابرین کے سرخیل حضرت مولانا عبداللہ درخواستی کا دوٹوک موقف واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے،تاریخ کا یہ اہم ورق درج کرنا ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے بھی از حد ضروری ہے جو کہ جمعیت کی تقسیم کا ذمہ دار حضرت مولانا سمیع الحق کو قرار دیتے ہیں،معروضی حقائق سے بے خبر ہو کر بے سروپا تجزیے کرتے رہتے ہیں۔

ہوا جو کچھ یوں ہے:

مارچ ۱۹۸۱ء مفتی محمود کے بعد نئے سیکرٹری جنرل کا انتخاب جمہوریت برائے اسلامO

اسلام اور جمہوریت دشمن عناصر سے اشتراک

پارٹی کے سربراہ مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے نظام العلماء پاکستان کی مرکزی جنرل کونسل کا اجلاس ۱۶ مارچ کو خانپور میں طلب کرلیا ہے۔ جس میں مولانا مفتی محمود کی جگہ نئے سیکرٹری جنرل کے انتخاب کے علاوہ دوسری جماعتوں کے ساتھ اشتراک وتعاون کے بارے میں بھی حتمی فیصلہ کیا جائے گا۔انہوں نے کہا کہ ہم نے قومی ودینی مفاد میں ہمیشہ دوسری جماعتوں کے ساتھ تعاون کیا ہے اور اب بھی اس سے گریز نہیں کریں گے۔لیکن اس تعاون کے مقاصد میں جمہوری اقدار کی بحالی کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام کے موثر اور منکرین ختم نبوت کے بارے میں آئینی فیصلہ پر عمل درآمد جیسے بنیادی نکات کو شامل کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ ہم جمہوریت برائے جمہوریت کے نہیں بلکہ جمہوریت برائے اسلام کے قائل ہیں اور اسلامی مقاصد کو پس پشت ڈال کر کسی تعاون میں شرکت ہمارے لیے مشکل امر ہوگی انہوں نے کہا کہ ہم ابھی تک جماعتی سطح پر کسی اتحاد میں شامل ہونے کا فیصلہ نہیں کیا۔اوراس سلسلہ میں ۱۶ مارچ ۸۱ کو حتمی فیصلہ ہوگا اور پارٹی کے راہنما اور جنرل کونسل جو فیصلہ بھی کرے گی وہ ہر رکن کو دل و جان سے قبول ہوگا لیکن میری ذاتی رائے یہ ہے۔کہ جمہوریت کی بحالی کے لیے جمہوریت کے تحفظ پر یقین رکھتے ہیں اور موجودہ حالات میں ملکی صورت حال میں مثبت پیش رفت کے لیے اسے ہی واحد راستہ سمجھتے ہیں۔لیکن اس مقصد کے لیے ان عناصر کے ساتھ اشتراک وتعاون کا رویہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے جن کے ہاتھوں سے ابھی تک جمہوریت کا خون ٹپک رہا ہے اور جنہوں نے اپنے دور اقتدار میں جمہوری اقدار اور جمہوری اداروں کے تقدس کو سرعام پامال کیا ہے انہوں نے کہا کہ جمہوریت صرف اصولوں کا نہیں بلکہ کردار کا بھی نام ہے اور کردار سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف جمہوریت کے زبانی دعوؤں پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا زاہد الراشدی

مرکزی سیکرٹری اطلاعات نظام العلماء پاکستان

مولانا مفتی محمود کے وفات کے بعد جمعیۃ علماء اسلام کے خلفشار پر مدلل اظہار خیال:

(مولانا زاہد الراشدی کے قلم سے)

۲۹ اپریل ۱۹۸۱ء: مکرمی زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی؟ گزارش ہے کہ ہمارے چار مخدوم ومحترم بزرگوں حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی آف کندیاں شریف، حضرت مولانا سراج احمد صاحب مدظلہ العالی آف دین پور شریف، حضرت مولانا محمود اسعد صاحب مدظلہ العالی آف حالیجی شریف اور حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب مدظلہ العالی آف امروٹ شریف کے دستخطوں سے ایک اعلان سامنے آیا ہے جس میں حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی مدظلہ امیر نظام العلماء پاکستان پر آمرانہ اور غیر دستوری رویہ کا الزام لگاتے ہوئے یکطرفہ طور پر مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس

۱۰ مئی ۱۹۸۱ء کو مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں طلب کرنے کے فیصلہ کا اظہار کیا گیا ہے۔

میں انتہائی ادب واحترام کے ساتھ نظام العلماء پاکستان کے ایک کارکن اوران بزرگوں کے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے موجودہ جماعتی خلفشار کے سلسلہ میں چند ضروری معروضات ذمہ دار جماعتی احباب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتاہوں تا کہ تصویر کا دوسرا رخ بھی سب حضرات کے سامنے رہے اور کسی حتمی اور دوٹوک رائے تک پہنچنے سے قبل وہ مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرسکیں۔

ناظم عمومی کیلئے مولانا فضل الرحمان کی نامزدگی پر دستور جمعیۃ سے انحراف:

قائد محترم حضرت مولانا مفتی محمود صاحب قدس سرہ العزیز کی وفات حسرت آیات کے کچھ عرصہ بعد جب انکی جگہ ناظم عمومی کے منصب کیلئے برادرم صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب کا نام بعض جماعتی حلقوں کی طرف سے سامنے آیا تو ہماری سوچی سمجھی اور دوٹوک رائے تھی کہ انہیں مرکزی نظماء کے گروپ میں ضرور شامل کرنا چاہیے تا کہ وہ ناظم عمومی کے منصب سے پہلے ایک تجرباتی دور سے گزر سکیں لیکن پہلے ہی مرحلہ میں انہیں ناظم عمومی بنادینا نہ ان کیلئے اور نہ ہی جماعت کیلئے مناسب اور باوقار بات ہوگی۔ ناظم عمومی کیلئے ہمارا خیال یہ تھا کہ کسی سینئر بزرگ کو یہ ذمہ داری سونپ دی جائے اورانکی سرکردگی میں صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب سمیت چار متحرک اور سرگرم نظماء کا گروپ بنادیا جائے جو ایک ٹیم کی صورت میں ورک کرے اور جماعتی نظم ونسق کو سنبھالتے ہوئے قومی معاملات میں جماعت کے کردار کو آگے بڑھائے۔ اس کے ساتھ ہی ہمارا دوٹوک موقف یہ بھی تھا کہ یہ مسئلہ ووٹنگ کی بجائے باہمی افہام وتفہیم کے ساتھ طے ہونا چاہیے کیونکہ ہمارے ہاں قیادت کے سوال پر الیکشن مہم اور ووٹنگ کی روایت موجود نہیں ہے اور ویسے بھی موجودہ حالات میں جماعت ووٹنگ اوراسکے نتائج کی متحمل نہیں ہے۔ خانپور کے اجلاس سے کافی عرصہ قبل حیدرآباد اور میرپور خاص کے دورہ کے موقع پر حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب امروٹی مدظلہ العالی اور برادرم صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب سے ان دونوں امور پر میری مفصل بات چیت ہوئی اوردونوں حضرات نے اصولاً میری دونوں گزارشات سے اس وقت اتفاق فرمایا اور ہمارے درمیان یہ بات طے پائی کہ اگر حضرت مولانا عبیداللہ انوردامت برکاتہم ناظم عمومی کے منصب کیلئے تیارہوجائیں تو اس فارمولا پر عمل کیا جاسکتا ہے چنانچہ اسی گفتگو کے پس منظر میں اوراسی کے حوالے سے میں نے حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی سے اس سلسلہ میں بات کی تو انہوں نے اپنی علالت اور مصروفیات کے باعث انکار کردیا لیکن اسکے کچھ دنوں بعد چند ذمہ دار جماعتی بزرگوں نے حضرت مدظلہ سے باصرار یہ کہا کہ اگر آپ کی شخصیت کی وجہ سے جماعت خلفشار سے بچتی ہے تو آپ کو یہ ذمہ داری قبول فرما کر جماعت کیلئے قربانی دینی چاہیے اس پر مولانا عبیداللہ انور مدظلہ بادل

نخواستہ یہ منصب قبول کرنے پر تیار ہوئے اور اسی پس منظر میں خانپور میں مجلس عمومی کے اجلاس سے قبل مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ناظم عمومی کے منصب کیلئے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور کا نام پیش ہوا۔ حضرت مدظلہ اس منصب کے نہ پہلے امیدوار تھے نہ اب ہیں اور نہ ہی ان کا نام بطور امیدوار لیا گیا بلکہ ان کا نام اس فارمولا کے تحت کہ مولانا موصوف کو ناظم عمومی اور صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب کو ناظم اول بنادیا جائے متفقہ تجویز کی صورت میں سامنے آیا لیکن بدقسمتی سے مفاہمت کے اس جذبہ کو رد کرتے ہوئے حضرت مدظلہ العالی کو باقاعدہ امیدوار سمجھ لیا گیا اور مجلس شوریٰ میں پیش کی جانے والی آراء کو ووٹنگ قرار دے کر یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہ العزیز کے ایک پرانے، ایثار پیشہ اور جری وجسور رفیق کو مرحوم کے فرزند نے ووٹنگ میں شکست دے دی ہے۔ فیا اسفاہ

ناظم عمومی کیلئے حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی کا نام سامنے آنے کا پس منظر مختصراً گزارش کرنے کے بعد میں اس مسئلہ کی دستوری حیثیت پر بھی کچھ عرض کرنا چاہوں گا اور یہ درخواست کروں گا۔ کہ مندرجہ ذیل حقائق پر تھوڑی دیر کیلئے خالی الذہن ہو کر ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ غور فرمالیا جائے۔

☆ جمعیۃ کے کالعدم قرار پانے کے بعد نظام العلماء:

جہاں تک جمعیۃ علماء اسلام کا تعلق ہے صوبائی انتخابات کی تکمیل کے بعد مرکزی انتخاب سے قبل جماعت کالعدم قرار پائی۔ ہر سطح کے دفاتر سیل ہوگئے۔ مرکز سے لے کر مقامی شاخوں تک رکن سازی کاریکارڈ تتر بتر ہو گیا اور مرکزی مجلس عمومی باضابطہ طور پر تشکیل نہ پاسکی۔

☆ نظام العلماء پاکستان کا ڈھانچہ اور نظام عارضی طور پر دستور وضابطہ کی کارروائیوں اور موشگافیوں میں پڑے بغیر قائم کیا گیا اور اسکے سب مراحل دستور وضابطہ کی بجائے افہام وتفہیم اور اعتماد کی فضا میں طے ہوئے

غیر دستوری اور بے ضابطہ مراحل:

ورنہ اگر دستور کی زبان میں بات کی جائے تو نظام العلماء پاکستان کی تشکیل سے لے کر اب تک کے تمام مراحل غیر دستوری اور بے ضابطہ قرار پاتے ہیں۔ مثلاً

(۱) جس اجلاس میں نظام العلماء پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہوا وہ نہ تو باضابطہ طور پر بلایا گیا تھا اور نہ ہی اس کے لئے ایجنڈا جاری ہوا تھا۔ مدرسہ مخزن العلوم خانپور کے جلسہ دستار بندی کے موقع پر جمع ہونے والے جماعتی حضرات دارالحدیث میں اکٹھے ہوئے اور اس نشست کو قومی کنونشن قرار دے کر نہ صرف نظام العلماء پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہوا بلکہ مرکزی عہدہ داروں کا انتخاب بھی وہیں عمل میں لایا گیا۔

(۲) لاہور میں نظام العلماء پاکستان کے دستور کی منظوری کیلئے جس مجلس عمومی کا اجلاس منعقد ہوا خود اس کی اپنی دستوری بنیاد موجود نہیں ہے مجلس عمومی کے اجلاس کیلئے شرکاء کا تعین جس فارمولا کے مطابق کیا گیا وہ صرف حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہ العزیز اور میرے درمیان طے پایا اور اسی کے مطابق اجلاس منعقد ہوا۔ اب اگر ناظم عمومی اور ایک ناظم کے درمیان طے پا جانے والا فارمولا مجلس عمومی کی تشکیل کیلئے دستوری بنیاد بن سکتا ہے تو یہ اجلاس بھی دستوری تھا اور اس میں منظور کیا جانے والا دستور بھی باضابطہ کہلا سکتا ہے ورنہ جو دستوری حیثیت اس اجلاس کی طے پائے گی اس میں منظور ہونے والے دستور کی حیثیت اس سے یقیناً مختلف نہیں ہوگی۔

(۳) یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد خانپور میں مجلس شوریٰ کے پہلے اجلاس میں جب یہ سوال اٹھا کہ ناظم عمومی کے انتخاب کی مجاز مجلس شوریٰ نہیں مجلس عمومی ہے تو وہیں یہ سوال پیدا ہو گیا کہ مجلس عمومی کی تشکیل کی بنیاد کیا ہوگی؟ اس پر یہ فیصلہ ہوا کہ جمعیۃ علماء اسلام کی رکن سازی کا جو ریکارڈ مرکزی دفتر میں کالعدم قرار پائے جانے سے قبل موجود تھا اسکی بنیاد پر مجلس عمومی کیلئے نمائندے بلائے جائیں لیکن بدقسمتی سے مرکزی مجلس عمومی کی تشکیل کی بنیاد طے کرنے جیسا اہم اور بنیادی فیصلہ مجلس شوریٰ میں ہوا جو دستور کی بنیاد پر قائم ہونے والی مجلس عمومی کو بھی باضابطہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

(۴) دستور کی منظوری کے بعد مجلس عمومی کی تشکیل کا ایک ہی دستوری راستہ تھا کہ نئے سرے سے رکن سازی ہوتی اور ابتدائی، ضلعی اور صوبائی سطح پر مرحلہ وار باضابطہ انتخابات کے بعد مرکزی مجلس عمومی کے ارکان کارکن سازی کے تناسب سے چناؤ ہوتا اسکے سوا اور کسی بھی ذریعہ سے تشکیل پانے والی مجلس عمومی کو دستور کی زبان میں باضابطہ اور دستوری قرار نہیں دیا جا سکتا۔

ان گزارشات کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ میں ان مراحل پر کوئی اعتراض کر رہا ہوں بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ دستور کے حوالے سے محاذ آرائی کرنے والے بزرگ تصویر کے دسرے رخ کو بھی سامنے رکھیں ورنہ میں ان تمام مراحل کو درست سمجھتا ہوں اس لئے کہ جماعتی معاملات میں ہمیشہ باہمی اعتماد و مفاہمت کو بالادستی حاصل ہوتی ہے اور جو امور اعتماد و مفاہمت کے ذریعہ طے پا جائیں ان کے لئے دستوری موشگافیوں کا صرف نظر کرنا ہی جماعت کا مفاد اور حقیقت پسندانہ طرز عمل ہوتا ہے اور پھر اسے اگر جسارت پر محمول نہ کیا جائے تو یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ یہ کونسا دستوری طرز عمل ہے کہ

☆ ایک طرف تو ناظم عمومی کے انتخاب کیلئے مرکزی مجلس شوریٰ کو مجاز ادارہ تسلیم نہ کیا گیا اور دوسری

طرف بعض صوبائی مجالس شوریٰ نے نہ صرف اس سلسلہ میں دوٹوک فیصلے کئے بلکہ صوبائی مجلس شوریٰ کے مبینہ فیصلہ سے اختلاف کے الزام میں کراچی کے ایک سرکردہ جماعتی عہدہ دار کے جماعت سے اخراج کے نوٹس تک بات پہنچی۔

☆ مجلس شوریٰ کے اجلاس میں غیرارکان کی شمولیت پر نہ صرف اصرار کیا گیا بلکہ شریک نہ کرنے کی صورت میں اجلاس کے بائیکاٹ کی دھمکی تک کی نوبت آئی۔

☆ حضرت مولانا خان محمد کندیاں کی دستورِ مجلس سے چشم پوشی:

حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم ہمارے مخدوم ومحترم بزرگ ہیں اور بلاشبہ ان بزرگوں میں سے ہیں جن کی دعاؤں اور برکات کے سہارے ہم جی رہے ہیں لیکن جب بات دستور کے حوالے سے ٹھہری ہے تو ادب، احترام، محبت اور عقیدت کے تمام تر جذبات اور احساسات کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ دستور کی پابندی کا یہ کونسا پہلو ہے کہ حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم ایک طرف تو مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر ہیں جس کے دستور میں یہ شق موجود ہے کہ مجلس کا کوئی عہدہ دار کسی دوسری جماعت کا عہدہ دار نہیں ہوسکتا اور دوسری طرف حضرت موصوف جمعیۃ علماء اسلام اور اس کے بعد نظام العلماء پاکستان کے مرکزی نائب امیر بھی بدستور چلے آتے ہیں اور پھر حضرت مدظلہ العالی ایک طرف تو مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ترجمان ہفت روزہ ''لولاک'' فیصل آباد کے ۲۴/اپریل ۸۱ء کے تازہ شمارہ کے صفحہ اول پر یہ اعلان فرماتے ہیں کہ ''مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ایک غیر سیاسی، مذہبی جماعت ہے اس کا ملک کی الیکشنی سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے اسکی امارت کا بوجھ میرے ناتواں کندھوں پر ہے اس لئے مجلس کے علاوہ کسی اور جماعت کی کنوینرشپ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا'' اور دوسری طرف نظام العلماء پاکستان کے مجلس عمومی کے جس متوازی اجلاس کے ۱۰/مئی کو شیرانوالہ لاہور میں منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا ہے اسکے چار کنوینروں میں نہ صرف حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی کا اسم گرامی موجود ہے بلکہ دستخط مبارک بھی ثبت ہیں۔

☆ مولانا درخواستی پر آمرانہ رویہ وغیرہ تین الزامات کی حقیقت:

امیر اگر اجلاس طلب نہ کر رہا ہو اور ارکان اجلاس بلانا چاہیں تو اسکے لئے دستور کی دفعہ ۱۹ میں واضح طریق کار موجود ہے اس دستوری طریق کار سے انحراف کر کے چار بزرگوں سے مجلس عمومی کے متوازی اجلاس کا داعی بننے کا جو فیصلہ فرمایا ہے وہ کونسے دستور کا حصہ ہے؟

دستوری مسائل کے مختصر تجزیہ وتحلیل کے بعد اب میں حضرت الامیر مولانا محمد عبداللہ درخواستی

دامت برکاتہم پرلگائے گئے غیر دستوری اورآمرانہ رویہ کے الزام پر بھی کچھ عرض کرنا چاہوں گا اسلئے یہ الزام بھی دستور کی زبان میں درست قرار نہیں پاتا اگر حضرت الامیر مدظلہ کے رویہ میں شدت اوراس کے بے لچک ہونے کی شکایت کی جاتی تو کسی حد تک قابل غور تھی لیکن اس رویہ کوغیر دستوری قراردینے کی خوددستورنفی کرتا ہے مثلاً اس ضمن میں حضرت الامیر مدظلہ کے طرزعمل پر جواعتراضات کئے جاتے ہیں وہ تین ہیں۔

(۱) انہوں نے مجلس شوریٰ کی عمومی رائے کونظرانداز کر کے اپنے فیصلہ کومجلس شوریٰ کے فیصلے کے نام سے پیش کیا۔

(۲) انہوں نے مجلس عمومی کوناظم عمومی کے انتخاب کے سلسلہ میں ووٹنگ کا حق نہیں دیا۔

(۳) انہوں نے جماعت کوتوڑدیا۔

جہاں تک مجلس شوریٰ کی عمومی رائے کونظرانداز کرنے کاتعلق ہے اس ضمن میں دستور کی دفعہ ۱۳شق (د) کے ان الفاظ پرایک نظرڈال لیجئے۔"جومعاملات مجلس شوریٰ میں مختلف فیہا ہونگے ان میں آخری فیصلہ امیر کے ہاتھ میں ہوگا"

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ مجلس شوریٰ میں اختلاف رائے کی صورت میں قلت وکثرت کا اعتبار کئے بغیر امیر اپنی صوابدید پرفیصلہ کرنے کا حق رکھتا ہے اوراس کے فیصلہ کوغیر دستوری قرارنہیں دیاجاسکتا۔مجلس عمومی کوووٹ کا حق نہ دینے کے سلسلے میں بھی حضرت الامیر مدظلہ کے طرزعمل کوزیادہ سے زیادہ شدت ترتیب کی غلطی پرہی محمول کیاجاسکتا ہے۔سراسرغیردستوری قراردینے کی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ دستور کے دفعہ ۷شق (د) میں درج ہے کہ"ہرتنظیم کی مجلس عمومی سب سے پہلے امیر کاانتخاب کرے گی اس کے بعد باقی عہدہ داروں کالیکن ان کاانتخاب امیر کی منظوری پرہی حتمی متصور ہوگا۔"یعنی امیر کے سواباقی تمام عہدہ دارومجلس عمومی کی طرف سے منتخب ہوجانے کے بعد بھی امیر کی منظوری اورتوثیق کے محتاج ہیں اوراس معاملہ میں امیر کی رائے کوبالادستی اور فیصلہ کن فوقیت حاصل ہے اس لئے اب اعتراض کی صرف یہ پہلو باقی رہ جاتا ہے کہ امیرمحترم اگرایک شخص کوبطورناظم عمومی قبول کرنے کوتیارنہیں تھے تو انہیں انتخاب کے بعداپنا دستوری حق استعمال کر کے اسے نامنظور کردیناچاہئے تھا انتخاب سے پہلے ہی اپنے بے لچک موقف کا اعلان کیوں کردیا؟ لیکن اگردقت نظر سے کام لیاجائے تودونوں صورتوں میں سے اھون البلیتین کی صورت ہے جسے حضرت الامیر مدظلہ نے اختیارکیا فافہم وتدبر!

باقی رہا جماعت کو توڑنے کا مسئلہ تو اس بارے میں انتہائی ادب واحترام کے ساتھ یہ جسارت کروں گا کہ یہ خلاف واقعہ تاثر پھیلانے والے بزرگوں نے جماعت اور اس کے ورکروں کے ساتھ کوئی انصاف نہیں کیا اسلئے کہ حضرت الامیر مدظلہ نے جماعت کو توڑنے کا ہرگز فیصلہ نہیں کیا صرف مرکزی وصوبائی تنظیموں کو عارضی طور پر توڑا ہے ضلعی اور مقامی سطح پر جماعت بدستور موجود ہے اور مرکزی وصوبائی تنظیموں کو توڑنے کا فیصلہ بھی خانپور میں مجلس عمومی کے اجلاس میں پیش آنے والی افسوسناک صورت حال کے بعد ناگزیر تھا کیونکہ اگر مجلس عمومی کے عنوان سے جمع ہوجانے والے جذباتی ہجوم کو اس وقت فیصلہ کیلئے آزاد چھوڑ دیا جاتا تو مفاہمت اور بات چیت کی جو مساعی اس کے بعد سے اب تک جاری ہیں (اور جن کے بار آور ہونے کا کم از کم مجھے ضرور یقین ہے) ان مساعی کیلئے بھی کوئی گنجائش ہی نہ رہ جاتی اور جماعت کا مستقبل وقتی جذباتیت کی بھینٹ چڑھ جاتا۔ ان معروضات کے بعد میں پھر اپنے موقف کی طرف آتا ہوں جو آج بھی یہی ہے کہ یہ مسئلہ ووٹنگ کا نہیں افہام وتفہیم کا ہے اور اب بھی اس کا حل یہ ہے کہ محاذ آرائی، انتخابی مہم اور ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی کے سلسلہ یکسر ترک کر کے مجلس شوریٰ کی سطح پر آپس میں بیٹھ کر حضرت الامیر مدظلہ کی سرپرستی اور سربراہی میں اس مسئلہ کو نمٹالیا جائے۔

صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب کو پہلے مرحلہ میں ہی ناظم عمومی بنادینا مناسب نہیں ہے اس لئے مولانا عبیداللہ انور کو ناظم عمومی اور صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب کو ناظم اول تسلیم کرلیا جائے تاکہ جماعتی کام میں جمود ختم کر کے کام کو آگے بڑھایا جاسکے۔

مولانا درخواستی کا ایم آر ڈی سے لاتعلقی کا واضح اعلان:

میں ایم آر ڈی کی صورت میں پیپلز پارٹی کے ساتھ اشتراک عمل کے بارے میں بھی مختصراً اتنی بات عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ پارٹی کے سربراہ کی حیثیت سے حضرت درخواستی مدظلہ کے واضح اعلان لاتعلقی کے بعد اب ہمارا ایم آر ڈی کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہیں ہے اور صاحبزادہ فضل الرحمان صاحب کی طرف سے اس تاثر کا اظہار درست نہیں ہے کہ ابھی اس سلسلہ میں فیصلہ ہونا باقی ہے حضرت الامیر مدظلہ کا قطعی فیصلہ سامنے آچکا ہے اور اب اس معاملہ میں شکوک وشبہات کا کوئی جواز نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ جماعتی بزرگ اور احباب میری گزارشات پر پوری سنجیدگی اور توجہ کے ساتھ غور فرمائیں گے اور اس بارے میں مجھے اپنی گراں قدر رائے سے جلد از جلد آگاہ فرمائیں گے تاکہ اگر میری سوچ میں کوئی کوتاہی ہے تو میں اس پر نظر ثانی کرسکوں۔ والسلام: احقر ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ، سابق مرکزی ناظم نظام العلماء پاکستان

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

بدفالی ایک شرکیہ فعل

(۲)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ (الاعراف:۱۳۱)

درحقیقت انکی فال بدتو اللہ کے پاس تھی مگران میں سے اکثر بے علم تھے۔

قَالُوۡا طَآئِرُكُمۡ مَّعَكُمۡ اَئِنۡ ذُكِّرۡتُمۡ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ (یٰسین:۱۹)

رسولوں نے جواب دیا تمہاری فال بدتو تمہارے اپنے ساتھ لگی ہوئی ہے کیا یہ باتیں تم اس لئے کرتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی گئی۔اصل بات یہ ہے کہ تم حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو۔

عن معاویہ بن الحکمؓ قال قلت یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اموراً کنا نصنعها فی الجاھلیة کنا نأتی الکھان قال فلا تأتوا الکھان ، قال کنا نتطیر قال ذلك شئی یجدہ احدکم فی نفسه فلا یصدنکم قال قلت ومنا رجال یخطون خطا قال کان نبی من الانبیاء یخط ممن وافق خطه فذاك (رواہ مسلم)

معاویہ بن حکمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کچھ باتیں ہم کفر کے زمانے میں کیا کرتے تھے(اب ان کا کیا حکم ہے؟) ہم کاہنوں کے پاس جا کر (غیب کی خبریں دریافت کیا کرتے تھے) فرمایا: اب انکے پاس مت جاؤ،انہوں نے عرض کیا کہ دوسری بات یہ ہے کہ ہم پرندے اڑا کر نیک و بد فال کے بھی قائل تھے،فرمایا: بدفالی ایک ایسی چیز ہے جس کے تم ہمشہ سے عادی چلے آتے ہواس لئے تمہارے دلوں میں اس کا اثر تو ہوگا لیکن تم کو چاہیے کہ اس کی وجہ سے اپنے کام نہ روکو۔ میں نے عرض کیا ہمارے کچھ خطوط کھینچ کر غیب کی خبریں معلوم کرلیا کرتے تھے،فرمایا: خدا کے نبیوں میں ایک نبی ضرور اس علم کے مالک تھے،اب اگر کسی کا خط ان کے ساتھ مطابقت کرجاتا ہوگا تو وہ بھی درست ہوجاتا ہوگا(مگر وہ خبر کیسی ہوگی کہ درست ہے)

عن جابر قال سمعت النبیؐ یقول لا عدویٰ ولاصفر ولا غول (رواہ مسلم)

''حضرت جابرؓ فرماتے ہیں ک ہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ مرض لگ جانا صفر اور غول بیابانی سب خیالات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔''

محترم سامعین! پچھلے جمعہ کو آپ حضرات کے سامنے بدفالی کے حوالے سے چند معروضات پیش کرنے کی کوشش کی تھی مگر وقت کی تنگی کی وجہ سے بات کو آگے نہ بڑھا سکا، بہر حال بدفالی ایک شرکیہ فعل ہے، فال لینے والے انسان کا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ یہ کام جو میرے ساتھ ہوا اس کا سبب فلاں چیز ہے، اکثر ہمارے علاقے میں جب صبح کے وقت کوا دیوار پر چیختا ہے تو عورتیں کہتی ہیں کہ آج کا دن پھر برا ہے، کیونکہ کوا چیخ رہا ہے، حالانکہ خیر وشر من جانب اللہ ہوتا ہے۔ بہر حال فال کے بارے میں ایک مرتبہ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: وما الفال؟ یعنی فال کیا ہے؟ تو نبی کریمؐ نے جواب دیا الکلمۃ طیبۃ یعنی اچھی بات وہ جو دل کو خوش کردے۔ مطلب یہ کہ ہر وہ بات جو فطرت انسانی کے مطابق ہو تو طبیعت اس کو اچھا سمجھتی ہے۔

جیسا کہ آپ کو دو چیزیں پسند تھی ایک خوشبو اور دوسری عورت۔ ایک روایت میں شہد اور میٹھی چیز کو محبوب گردانتے تھے۔ اچھی آواز اور کلام پاک کو پسند فرماتے تھے۔ اچھے عادات اور اچھے اخلاق کو محبوب گردانتے تھے کیونکہ اللہ نے انسان کی فطرت میں یہ وصف ودیعت فرمادی ہے کہ وہ اچھے نام کو چاہتا اور اس سے محبت کا خواہاں ہے۔ اسطرح اشیاء کے ناموں میں بھی یہ تاثیر رکھی گئی ہے کہ انسان اسے سن کر خوشی اور مسرت محسوس کرتا ہے، جیسے کامیابی، کامرانی، تندرستی، سرخروئی، مبارکباد وغیرہ سنتے ہی انسان کی طبیعت کھل کھلا اٹھتی ہے۔ دل مضبوط اور سینہ کھل جاتا ہے اور انسان کا جسم تازگی محسوس کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح بعض الفاظ یا اشیاء کے نام سنتے ہی انسان کی طبیعت پر بوجھ آجاتا ہے غم اور خوف کے آثار ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ دل تنگ ہو کر گھٹن محسوس کرنے لگتا ہے۔

فال بد لینا حرام ہے: بہر حال فال بد لینا حرام ناجائز اور گناہ ہے، کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھ کر باتیں کررہے تھے کہ ہمارے اوپر ایک پرندہ چیختا ہوا گزر گیا۔ ایک آدمی کہنے لگا خیر خیر یعنی بھلائی بھلائی۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس شخص سے لا خیر ولا شر اس میں خیر ہے نہ شر۔ حضرت ابن عباسؓ نے سنتے ہی اسی بات کی تردید فرمائی کہ کہیں اس شخص کے دل میں خیر وشر کی تاثیر کا عقیدہ نہ پیدا ہو جائے، اسی طرح حضرت طاوسؒ اپنے ساتھی کے ساتھ سفر کو چلے راستے میں کسی مقام پر کوا کائیں کائیں کرتا ہوا گزر گیا یہ سن کر حضرت طاوسؒ کا ساتھی کہنے لگا خیر خیر حضرت طاوسؒ گویا ہوئے اسکے پرواز میں کونسی خیر اور بھلائی ہے اور فرمانے لگے جاؤ میرے ساتھ سفر میں شریک نہ ہو کیونکہ تمہارا اعتقاد پرندے پر ہے خدا کی ذات پر نہیں ہے

پرندوں کی آواز میں خیر وشر نہیں: ولا ھامہ: ھامہ عرب اُلو کو کہتے ہیں اہل جاہلیت کا دستور تھا کہ اگر اُلو کسی کے مکان پر جاتا تو وہ اسکو نحوست سے تعبیر کرتے تھے کہ اب میرے موت کا وقت آگیا ہے یا

میرے گھر والوں میں سے کوئی مرنے والا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اس باطل عقیدہ کی ممانعت فرمادی کہ پرندوں کی آواز میں کوئی خیروشر پوشیدہ نہیں نہ کسی پرندے یا جانور کی آواز میں نحوست یا شئوم ہے۔ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ عن ام کرز قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اقروا الطیر علی مکنا تھا (رواہ الترمذی) "حضرت ام کرز روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا کہ پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں بیٹھا رہنے دو (اورانہیں اڑا کر اچھی یا بری فال نہ لیا کرو)

اسی طرح دوسری روایت میں اس عمل کو شرک کا عمل قرار دیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ

عن عبداللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الطیرۃ شرک قال لہ ثلاثا(رواہ ترمذی)

''عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا بدفالی ایک قسم کا شرک ہے، تاکیداً تین بار یہی فرمایا''

صفر کا مطلب: آگے حدیث میں ذکر ہے کہ ولا صفر اور نہ ہی ماہ صفر میں نحوست ہے صفر کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے کہ صفر کیا چیز ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ ایک قسم کا کیڑا ہے سانپ نما انسان کی پیٹ میں پیدا ہو جاتا ہے۔عرب اسکو خارش سے بھی زیادہ متعدی مرض گردانتے تھے۔ آپؐ نے اس عقیدہ کی تردید کی۔ دوسرے علماء کرام فرماتے ہیں جسمیں امام مالکؒ بھی ہے کہ صفر سے مراد ماہ صفر ہے کیونکہ مشرکین عرب ماہ محرم کو حلال کرنے کے لئے اس کے بدلے میں ماہ صفر کو حرمت والا مہینہ بنالیا کرتے تھے، جسکی تردید کی گئی ہے۔امام ابو داؤد محمد بن راشد سے نقل کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ اہل جاہلیت یعنی مشرکین ماہ صفر کو منحوس سمجھتے تھے لہذا اس حدیث میں انکے اس عقیدہ اور قول کی تردید کی گئی ہے۔ابن وھب فرماتے ہیں کہ یہی قول زیادہ درست ہے کیونکہ ماہ رجب کو منحوس سمجھنا تطیر یا بدفالی ہے جسکی ممانعت کی گئی ہے اسی طرح مشرکین کا پورے ہفتے میں بدھ کے دن کو منحوس سمجھنا اور ماہ شوال کو منحوس سمجھنا خصوصاً نکاح وغیرہ کے معاملے میں غلط باتیں ہیں۔

ستاروں سے بارش کی امید: اسی طرح حدیث مبارک میں پوری تفصیل ذکر کی گئی ہے چنانچہ آگے فرماتے ہیں کہ ولا نَوْءَ یعنی ستارے بھی منحوس نہیں ہیں اور نہ ہی یہ ستارے آپ کو کچھ دے سکتے ہیں، نَوْءَ کے معنی ستارے کے ہیں،ایک حدیث شریف میں آپ کا ارشاد مبارک ہے۔

ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت جاہلیت کے چار کام ترک نہیں کرے گی (۱) خاندانی شرافت پر فخر کرنا (۲) نسب میں عیب اور نقص نکالنا (۳) ستاروں سے

بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا، اور (۴) نَوْءَ کرنا۔

میرا مطلب اس آخری جملہ سے یہ ہے کہ بعض لوگ ستاروں کی وجہ سے بارش کے قائل ہیں یعنی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فلاں ستارے نے ہم پر بارش برسائی، فلاں ستارے نے برسائی حالانکہ بارش صرف اللہ تعالیٰ کی مرضی اور ارادے ہی سے ہوسکتی ہے۔ اسمیں ستاروں کا کوئی عمل دخل نہیں۔

صحیحین میں حضرت زید بن خالد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز ایسی رات پڑھائی جسمیں بارش ہوئی تھی آپ نماز سے فارغ ہوکر صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ کیا تمہیں پتہ ہے کہ اللہ نے کیا ارشاد فرمایا؟ صحابہ کرام نے عرض کی کہ اللہ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا اللہ فرماتا ہے کہ آج صبح میرے بہت سے بندے مومن ہوگئے اور بہت سے کافر، پس جس نے یہ کہا کہ یہ بارش اللہ کے فضل و کرم اور اسکی رحمت سے ہوتی ہے وہ مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں سے اس نے کفر کیا اور جس نے یہ کہا کہ یہ بارش فلاں ستارہ کی وجہ سے کی گئی ہے اس نے مجھ سے کفر کیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔ بہرحال یوں کہنا کہ بارش فلاں ستارے یا فلاں منزل کیوجہ سے ہوئی، اس نے اللہ سے کفر کیا۔ بارش اللہ کی امر اور ارادہ سے ہوتی ہے نہ کہ ستاروں کیوجہ سے۔

آپ نے جو ارشاد فرمایا وہ لا غُوْلَ ہے غول عربی زبان میں بھوتنی کو کہتے ہیں یہ جنوں اور شیاطین کی ایک قسم ہے جو مشرکین عرب کے عقیدہ کے مطابق جنگلوں میں راہ چلتے مسافروں کو دکھائی دیتی ہے مختلف شکلوں میں تبدیل ہونا اسکا شیوہ ہے، بقول مشرکین یہ مسافروں کو بے راہ کرکے قتل کردیتے ہیں آپنے اس جملہ سے غول کی تردید فرمائی ہے۔ بہرحال میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی چیز کسی کو نقصان یا فائدہ نہیں دی سکتی، جب تک امر الٰہی نہ ہو، اگر ہم ذرا غور کریں تو ہمارا بڑا تعلق، اپنے گھر یا اھلیہ سے ہوتا ہے، اگر نحوست اور بدفالی وغیرہ کا قائل ہونا فی الجملہ ایک معقول بات ہوئی تو پھر ان دو چیزوں سے انسان بدفالی لیتا۔ چنانچہ حدیث مبارک میں بڑے صاف الفاظ میں نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ

> عن سعد بن مالك ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال لا هامة ولا عدوىٰ وطيرة وان تكن الطيرة فى شى ففى الدار والفرس والمراة (رواہ ابوداؤد)
>
> سعد بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ھامہ، عدویٰ اور بدفالی سب باتیں بے حقیقت ہیں اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو وہ گھر، گھوڑا اور عورت میں ہوتی۔

میرے محترم سامعین! کسی چیز میں بھی نحوست اور بدفالی نہیں ہے اور نہ ہی اس چیز پر اعتقاد رکھنا چاہیے، ہمارا اعتقاد رب لایزال کی ذات پر ہونا چاہیے، رب کائنات ہمیں ان بے ہودہ عقائد و خیالات سے محفوظ فرما کر حقیقی طور پر سچا مسلمان بنائے۔ امین

مولانا عبدالرؤف سکھروی٭

شام کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کیجئے

ملکِ شام کے مسلمانوں پر جو قیامت گزری وہ ایک المناک اور دردناک داستان ہے جس کے نتیجہ میں بے شمار مسلمان شہید ہوگئے، ان کی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوگئے، اور کتنے لوگ زخمی ہوگئے، اوران کے گھر تباہ ہوگئے، اورایک کروڑ سے زیادہ مسلمان بے گھر ہوگئے، کتنے لوگ ہیں جو کل تک مالدار تھے آج فقیر ہوگئے، اورترکی وغیرہ میں خیموں اور کیمپوں میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، اس صورتحال میں ہر مسلمان کو ان کی تکلیف کا احساس ہونا چاہئے، اور عالم کے مسلمانوں کو حسبِ استطاعت ان کی مدد کرنی چاہئے، کیونکہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (الحجرات : ۱۰) ''مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں'' اور حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

> عن النعمان بن بشير قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى (صحيح مسلم)
>
> ''باہمی محبت اور رحم وشفقت میں تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں، جب انسان کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے جسم کے تمام اعضا بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔''

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان ایک جسم کے مانند ہیں اور ایک جسم کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ جسم کے ایک حصے میں اگر درد ہو تو سارا جسم اس درد کو محسوس کرتا ہے اور اس درد کو دور کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جو کچھ اختیار میں ہوتا ہے وہ کرتا ہے، یہی حالت ہماری اپنے مسلمان بھائیوں کے بارے میں ہونی چاہئے کیونکہ ساری دنیا کے مسلمان بھائی بھائی ہیں، دنیا کے کسی حصے میں، کسی کونے میں مسلمانوں پر کوئی تکلیف آئے تو یوں سمجھیں کہ گویا ہم پر تکلیف آگئی ہے، ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں ان کی تکلیف کا احساس ہونا چاہئے، ایسے موقع پر مسلمانوں کی

٭ استاد ومفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

تکلیف کا احساس ہونا اور ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنا یہ ہمارے ایمان کے زندہ ہونے کی علامت ہے۔ لہٰذا موجودہ وقت میں ملکِ شام کے مسلمان جس تکلیف اور مصیبت سے گزر رہے ہیں اس میں ہمیں دو کام خاص طور پر کرنے چاہیے:

پہلا کام: مظلوم مسلمانوں کے حق میں دعا

ہر مسلمان کو شامی مظلوم مسلمانوں کیلئے زیادہ سے زیادہ دعائیں کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے اور انہیں اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہیں، جو کچھ ہو رہا ہے ان کی مرضی اور حکم سے ہو رہا ہے، وہ حالات بدلنے پر قادر ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے، یہ عمل بہت ہی مفید ہے، کیونکہ دعا کسی بھی صورت میں ضائع نہیں ہوتی بشرطیکہ آداب اور شرائط کی رعایت کے ساتھ کی جائے، اور یہ عمل بہت آسان بھی ہے، ہر عام و خاص، امیر و غریب کر سکتا ہے، اور آسان ہونے کے باجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی اونچا عمل ہے اور حدیث شریف میں دعا کو مومن کا ہتھیار اور ہر مصیبت اور ہر مشکل سے نجات دینے والی عبادت فرمایا گیا ہے، چنانچہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے:

دعا کی اہمیت کے بارے میں احادیثِ مبارکہ

ألا أدلكم على ما ينجيكم من عدوكم ويدر لكم أرزاقم ؟ تدعون الله في ليلكم ونهاركم فإن الدعاء سلاح المؤمن (مسند أبي يعلى٣/٣٤٦)

سنو ! کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جو تمہارے دشمنوں سے تمہارا بچاؤ کرے اور تمہیں بھرپور روزی دلائے، وہ عمل یہ ہے کہ اپنے اللہ سے دن رات دعا کیا کرو، کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔

وعن ابن عمر رضي الله عنه قال : قال رسول الله صل الله عليه وسلم : إن الدعاء ينفع مما نزل ومما لم ينزل فعليكم عباد الله بالدعاء (مشكوة المصابيح ٢/٣)

"دعا ان حوادث و مصائب میں بھی کارآمد اور نفع مند ہوتی ہے جو نازل ہو چکے ہیں اور ان میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے لہٰذا اے اللہ کے بندو! دعا کا اہتمام کیا کرو۔"

اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی سنتِ مبارکہ ہے کہ وہ مسلمان کی دعا قبول کرتے ہیں چاہے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو یا نہ ہو، اور حدیث شریف کی رو سے ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کیلئے غائبانہ دعا خاص طور پر جلدی قبول ہوتی ہے، اس لئے ہمیں اپنے مظلوم بھائیوں کیلئے خوب دعائیں کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے شر سے اور ہر قسم کے فتنہ سے ان کی اور ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

دوسرا کام: اپنی مالی حیثیت کے مطابق مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنا

دوسرا کام جو ہمیں کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو اللہ تعالی کے دیئے ہوئے مال سے اپنی حیثیت کے مطابق ان متاثرین کی مدد کرنی چاہئے، اس وقت وہ بیچارے بے کسی کے عالم میں ہیں اور محتاج ہیں، انہیں مدد کی ضرورت ہے، اور کسی ضرورتمند مسلمان کی مدد کرنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے، اور اگر اس میں کوئی اجر وثواب نہ ہوتا تب بھی انسان اور مسلمان ہونے کے ناتے ان کا ہمارے اوپر حق ہے کہ ہم ان کی مدد کریں اور ان کے ساتھ ہمدردی کریں۔ لیکن اللہ تبارک وتعالی کا خاص فضل ہے کہ اس نے اس حق کی ادائیگی میں بھی ہمارے لئے بے شمار انعامات رکھے ہیں، احادیثِ طیبہ میں مسلمانوں کی مدد کرنے کے بڑے فضائل آئے ہیں اور بڑا اجر وثواب بیان ہوا ہے، چند احادیث ملاحظہ ہوں:

مسلمان کی مدد کرنے کے فضائل سے متعلق احادیثِ طیبہ

المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه ومن كان فی حاجة أخيه كان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة (صحيح البخاری ۱/۲۸۶)

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر زیادتی کرتا ہے نہ اس کو اوروں کے سپرد کرتا ہے، جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگتا ہے اللہ پاک اس کی ضرورتیں پوری فرماتے ہیں، اور جو کوئی کسی مسلمان کی مصیبت دور کرتا ہے اللہ پاک اس سے قیامت کے دن کی مصیبتیں دور فرمائیں گے، اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ پاک قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: من أدخل على أهل بيت من المسلمين سرورا لم يرض الله له ثوابا دون الجنة (المعجم الصغير ۲/۱۲۳)

”جو شخص کسی مسلمان گھرانے کی مدد کرکے ان کے دکھ درد اور تکلیف ومصیبت کو دور کرکے انہیں خوش کردے تو اللہ جل شانہ اس شخص کیلئے جنت سے کم ثواب پر راضی نہ ہوں گے۔“

وعن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قضى لأحد من أمتي حاجة يريد أن يسره بها فقد سرني ومن سرني فقد سر الله ومن سر الله أدخله الله الجن (مشكوة المصابيح ۳/۸۳)

”جو شخص میرے کسی امتی کی کوئی حاجت اس ارادے سے پوری کرے کہ وہ امتی خوش ہو جائے، تو اس آدمی نے مجھے خوش کردیا، اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالی کو خوش کیا، اور جس نے

اللہ جل شانہ کو خوش کیا تو اللہ پاک اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔"

فائدہ

معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کی حاجت پوری کر کے اسے خوش کر دینا اللہ تعالی اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اور پھر اس عمل کی برکت سے اللہ تعالی قیامت کے دن کی مصیبتیں دور فرما کر اس آدمی کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

وعنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : "يصف أهل النار فيمربهم الرجل من أهل الجنة فيقول الرجل منهم : يا فلان أما تعرفني ؟ أنا الذي سقيتك شربة . وقال بعضهم: أنا الذي وهبت لك وضوءا فيشفع له فيدخله الجنة (مشكاة المصابيح ۲/ ۲۱۸)

"اہل جہنم صف بستہ کھڑے ہوں گے، ایک جنتی ان کے پاس سے گزرے گا، (اسے دیکھ کر) ایک جہنمی اس سے کہے گا: اے فلاں! کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ میں نے آپ کو ایک گھونٹ پانی پلایا تھا، ایک دوسرا جہنمی کہے گا: میں نے آپ کو وضو کا پانی دیا تھا، چنانچہ یہ جنتی ان کی سفارش کر کے انہیں جنت میں لے جائے گا۔

فائدہ: دیکھئے !غور فرمایئے !وضو کا پانی دینا اور ایک گھونٹ پانی پلانا کیسا معمولی اور آسان عمل ہے، مگر چونکہ اس سے مسلمان کی حاجت پوری ہو رہی ہے اس لئے نجات کا ذریعہ بن گیا، چنانچہ اس عمل کی برکت سے اللہ تعالی بخشش فرمادیں گے اور جنت میں داخل فرمادیں گے۔

عن أنس : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : من مشى إلى حاجة أخيه المسلم كتب الله له بكل خطوة يخطوها حسنة إلى أن يرجع من حيث فارقه فإن قضيت حاجته خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه وإن هلك فيما بين ذلك دخل الجنة بغير حساب (مسند أبي يعلى: ۵/ ۱۷۵)

"جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی کسی حاجت اور ضرورت سے جائے تو حق تعالی ایسے شخص کو ہر قدم پر ستر نیکیاں عطا فرمائے گا یہاں تک کہ وہ اسی جگہ واپس لوٹ آئے جہاں سے وہ چلا تھا، پھر اگر اس مسلمان بھائی کی ضرورت اسی کے ذریعہ پوری ہوگئی تو وہ شخص اپنے گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جائیگا جیسا کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہو، اور اگر اسی دوران اس کا انتقال ہو جائے تو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوگا۔"

وعن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : من أطعم أخاه حتى يشبعه وسقاه من الماء حتى يرويه باعده الله من النار سبع خنادق ما

بين كل خندقين خمسمائة عام (مجمع الزوائد ۳/ ۲۲۰)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی بھوکے کو کھانا کھلائے یہاں تک کہ وہ سیر ہوجائے، اس کا پیٹ بھر جائے، اور پیاسے کو پانی پلائے یہاں تک کہ وہ سیراب ہوجائے تو اللہ تعالی اس کھلانے پلانے والے کو دوزخ سے سات خندقوں کی مقدار دور فرمادیں گے، ہر دو خندقوں کی درمیانی مسافت پانچ سو سال کے برابر ہوگی (یعنی کل تین ہزار پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر جہنم سے دور فرمائیں گے)

عن بن عباس عن النبي صلى الله عليه و سلم قال من مشى في حاجة أخيه كان خيرا له من اعتكاف عشر سنين ومن اعتكف يوما ابتغاء وجه الله جعل الله بينه وبين النار ثلاث خنادق كل خندق أبعد مما بين الخافقين۔ (المعجم الأوسط: ۷/ ۲۲۰)

''جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں کوشش کرے تو یہ اس کیلئے دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے اور جس شخص نے اللہ تعالی کی رضا کیلئے ایک دن کا اعتکاف کیا تو حق تعالی اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل کردیں گے، جن میں سے ہر خندق (کی وسعت) مشرق و مغرب کی درمیان وسعت سے کہیں زیادہ ہے۔''

من أغاث ملهوفا كتب الله له ثلاثا وسبعين مغفرة واحدة فيها صلاح أمره كله وثنتان وسبعون له درجات يوم القيامة (مشكاة المصابيح: ۳/ ۸۳)

جو شخص کسی مظلوم کی فریادرسی کرے (یعنی جو کچھ اس کے بس میں ہو وہ اس کیلئے کرے) تو اللہ تعالی اس کیلئے تہتر (۷۳) مغفرتیں (اس کے نامہ اعمال میں) لکھ دیتے ہیں، ان میں سے ایک مغفرت سے آدمی کے سارے کام بن جائیں گے، باقی بہتر (۷۲) مغفرتوں سے قیامت کے روز اس کے درجات میں اضافہ ہوگا۔

بہر حال! مذکورہ بالا تمام احادیثِ مبارکہ سے مسلمانوں کی مدد کرنے اور حاجت کے وقت ان کے کام آنے کا بڑا اجر و ثواب معلوم ہوا، اور یہ وقت ہمارے مسلمانوں کے کام آنے کا ہے، اس لئے دعا بھی کریں اور اپنی استطاعت کے مطابق جتنا ہوسکے ان کے ساتھ مالی تعاون کریں، اور یاد رکھیں کہ مظلوم مسلمانوں کی مدد کرنے میں جس طرح ان شاء اللہ مذکورہ بالا فضائل حاصل ہوں گے اسی طرح صدقہ کا اجر بھی ملے گا اور صدقہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ اس سے مال میں کمی ہرگز نہیں ہوتی۔ اللہ تعالی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین!

آخری قسط

ضبط و ترتیب: صاحبزادہ اسامہ سمیع

پیر طریقت حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی کی دارالعلوم حقانیہ آمد و ارشادات

۱۵ نومبر ۲۰۱۶ء کو حضرت پیر طریقت حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندیؒ کے خلیفہ مجاز اور جانشین شیخ طریقت حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ،نماز ظہر سے قبل برادرم مولانا راشد الحق سمیع کے مکان میں حضرت مہتمم صاحب اور دیگر و مشائخ سے ملاقاتیں کیں اور کچھ دیر قیام فرمایا، بعد میں آپ نے زیر تعمیر جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ میں ظہر کی امامت فرمائی۔ پھر دارالحدیث کے وسیع ہال میں برادرم مولانا حامد الحق صاحب نے ابتدائی تعارفی کلمات سے مجلس کا آغاز کیا، بعد میں حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا، اسکے بعد حضرت مولانا نقشبندی صاحب نے طویل عالمانہ فاضلانہ خطاب و ارشادات سے طلباء و علماء اور دور دراز سے تشریف لانے والے مہمانوں کو نوازا۔ حضرت کا یہ خطاب ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ ضبط کیا گیا اب قارئین الحق اور افادہ عامہ کی خاطر الحق میں شامل دوسری قسط بھی نذر قارئین ہے............ (ادارہ)

اجازت حدیث

یہ عاجز اس قابل تو نہیں کہ آپ حضرات کو حدیث کی اجازت دے سکے لیکن چونکہ حکم ملا ہے تو الامر فوق الادب میں حکم کا تعمیل کرتا ہوں، میں نے اپنی زندگی میں باقاعدہ مدرسہ میں داخل ہو کر تو نہیں پڑھا لیکن اپنے اساتذہ سے فرداً فرداً پڑھا ضرور ہے ہمارے زمانہ میں مدارس اتنے عام نہیں تھے اور طلباء استادوں کے پاس جا کر پڑھتے تھے بلکہ میں نے اپنے استاد سے ایک مرتبہ پوچھا بھی کہ حضرت! یہ جو وفاق کا امتحان ہے کیا یہ دے دو؟ اس وقت دینے کی صلاحیت تھی انہوں نے کہا کہ جی ہم نے بھی اپنے استادوں سے پڑھا ہے، ان سے علم سیکھا ہے، مختلف استادوں سے مختلف کتابیں پڑھی ہے تمہیں کیا ضرورت ہے اس کاغذ کی؟ انہوں نے ہمیں اس طرف سے ہٹا دیا۔

میری ابتدائی کتابوں کے استاد

لیکن میرے جو بڑے استاد تھے ،مفتی وجیہ اللہ صاحب وہ ہمارے شہر کے بڑے مفتی تھے، میں نے ابتدائی فارسی ان سے پڑھی ،پنج نامہ بھی ان سے پڑھی ، مالابدمنہ بھی ان سے پڑھا اور پھر گلستان،

بوستان بھی ان ہی سے پڑھا، پھر اس کے بعد صرف، نحو شروع کروائی اور شرح ملۃ عامل تک پوری کتابیں انہوں نے مجھے پڑھائی، پھر میں یونیورسٹی میں چلا گیا مگر دل میں شوق تھا کہ مجھے پڑھنا ہے، تو یونیورسٹی کے قریب ایک مدرسہ تھا، جب یونیورسٹی کا وقت ختم ہوجاتا، اس مدرسہ میں چترال کے استاد تھے، ان کے پاس جا کر حدیث کی کتابیں پڑھتا تھا، الحمد للہ ایک ایک کتاب پڑھتے پڑھتے اللہ رب العزت نے مہربانی فرمائی کہ کتابیں پڑھنے کا باقاعدہ استادوں سے موقع ملا۔

علم حدیث کے اساتذہ

حدیث کے کتابیں پڑھنے کا موقع آیا، بخاری شریف میں نے اپنے استاد مولانا جعفر صاحب سے پڑھی وہ حافظ البخاری، حافظ الحدیث، حافظ القرآن ہیں، حافظ البخاری ایسے کہ بخاری شریف اسے من الابتداء الی الانتہاء متناً وروایتاً یاد ہے، الحمد للہ وہ ہمارے مدرسہ کے شعبہ حفظ حدیث کے استاد ہیں اور وہ کئی طلباء کو بخاری شریف کے حافظ بنا بھی چکے ہیں، اس وقت ہمارے مدرسے کے شیخ الحدیث حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب ہیں وہ اسی جامعہ حقانیہ سے پڑھے ہیں تو وہ میرے آج کے استاد ہیں مجھے جب ضرورت پیش آتی ہے میں انہی سے پوچھتا ہوں، کوئی مسئلہ درپیش ہوا نہی سے پوچھتا ہوں، انہی سے دین سیکھتا ہوں اور حدیث کی کوئی عبارت سیکھنی ہو تو انہی سے سیکھتا ہوں، میرے جتنے بیانات ہوتے ہیں میں سارے تیار کر کے انہی سے پوچھتا ہوں، جب وہ ok کر دیتے ہیں تو اس کے بعد میں آگے بیان کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

مولانا محمد سالم قاسمی سے اجازت حدیث

لیکن اس کے علاوہ بھی بعض علماء سے اس عاجز کو حدیث کی اجازت ملی اور یہ اللہ کا انعام ہے ان میں بڑے بڑے اساتذہ بھی تھے، ایک حدیث کی عالی سند ہے حضرت مولانا قاری طیب رحمہ اللہ کے ایک صاحبزادے ہیں دار العلوم دیوبند میں حضرت مولانا محمد سالم قاسمی دامت برکاتہم، جب دیوبند میں حاضری ہوئی تو انہوں نے اپنے گھر دعوت کے لئے بلایا اور دعوت پر انہوں نے اس عاجز کو حدیث پاک کی اجازت بھی عنایت فرمائی۔ وہ چونکہ بڑے اساتذہ میں سے ہیں انہوں نے بڑے اکابر کو دیکھا ہے اسلئے ان کی سند بڑی عالی ہے۔

مولانا احمد علی صاحب کی سند

حدیث کی ایک اور عالی سند حضرت مولانا احمد علی (u.k) کی ہے، ان کی سند بڑی عالی تھی، انہوں نے ایک واسطے سے حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ کے شاگرد سے حدیث پڑھی تھی تو وہ

تھے اپنے استاد کے شاگرد اوران کے استاد نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ سے حدیث پڑھی تھی توان سے بھی اللہ نے ملاقات کروادی۔

حرم شریف میں ایک محدث سے اجازت حدیث

عجیب اللہ کی شان، حرم شریف میں ہم گئے حج کا موقع تھا، میں نے دیکھا تین چار طلباء تھے بغل میں ان کی حدیث کی کتابیں تھیں وہ آئے اورایک جگہ بیٹھ گئے اورایک بوڑھے میاں وہ بھی آکر بیٹھ گئے، اب ایک طالب علم نے بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھنی شروع کردی تو حدیث سن کے مجھے اندازہ ہوگیا کہ بخاری شریف کی پہلی حدیث تو پڑھ رہا ہے جب اس نے پڑھی تو وہ جو محدث تھے انہوں نے حدیث کی اجازت دی پھر سب طلباء کواجازت دی میں نے ان کے خادم سے پوچھا کہ حضرت کانام کیا ہے؟ انہوں نے نام بتایا توانہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کانام کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ میرانام ذوالفقار احمد ہے صرف اتناہی کہاوہ کہنے لگے کہیں آپ ذوالفقاراحمد نقشبندی تونہیں؟ میں نے کہا جی ہاں وہی ہوں تو حضرت کوکہنے لگے کہ حضرت! آپ نے جس کے بارے میں کہا تھانا! کہ میں حج پہ جارہاہوں مجھے ان سے ضرور ملنا ہے، وہ آئے ہیں اورآپ ان سے ملاقات کرلیں تو حضرت نے ملاقات کرلی میں نے اس وقت ان سے عرض کیا کہ حضرت! آپ مہربانی فرماکر مجھے بھی احادیث مبارکہ کی اجازت عنایت فرمائیں میں آپ کے سامنے حدیث پڑھتاہوں ، مجھے پہلی حدیث زبانی یادتھی، میں نے پڑھ کے سنائی توانہوں نے مجھے حدیث کی اجازت دی، پھرانہوں نے کہا کہ میری سند اتنی عالی ہے کہ میرے پاس حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم بھی آتے ہیں، اب ان کی وفات ہوگئی مگران کی سند بھی کافی عالی ہے

علامہ زاہدالکوثری رحمہ اللہ کے ایک شاگرد سے اجازت حدیث

ایک عالی سند اللہ تعالی نے عطافرمائی، ایک مرتبہ ترکی جانا ہوا ترکی میں ایک بزرگ ہیں علامہ زاہد کوثری رحمہ اللہ انہوں نے امام اعظم رحمہ اللہ کی دفاع میں بہت اعلیٰ کتابیں لکھی ہیں، بہت اچھا کام کیا ہے، اس وقت دنیا میں ان کے شاگردوں میں بہت کم لوگ باقی رہ گئے ہیں، ان کے ایک آخری شاگرد ہیں جوترکی میں موجود ہیں ان کے بارے میں سنا تھا کہ وہ اب عام طور پر حدیث کی اجازت نہیں دیتے، توہم نے مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی تووہ بھی اس مسجد میں جمعہ کے لئے تشریف لائے توان سے سلام کیا، سلام کے بعد میں نے عرض کیا کہ میں حدیث کی اجازت کی نیت سے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں توانہوں نے اپنی سند خود بیان کی کہ میں نے علامہ زاہدالکوثری رحمہ اللہ سے یہ حدیث پڑھی اورانہوں نے اس سے پڑھی اوراس نے اس سے پڑھی اور پھر لکھا ہواایک کتابچہ بھی دیا کہ ہماری حدیث کی سند عالی ہے

اور یہ نبی علیہ السلام تک پہنچتی ہے تو الحمد للہ وہ سند بھی ایسی ہے کہ دنیا میں بہت کم لوگوں کے پاس ہے، میں اس قابل نہیں تھا لیکن اللہ نے اپنی رحمت سے علم کی کچھ نسبت عطا فرمائی ،نسبت کی برکت سے تو کم از کم دل میں اتنی خوشی ہے کہ میرے بڑوں کی عنایت کی نظر اس عاجز پر پڑی اللہ تعالیٰ جب مہربانی فرماتے ہیں تو نااہلوں پر بھی اپنے پیاروں کومہربان فرمادیا کرتے ہیں......

عمل کی اپنی اساس کیا ہے
بجز ندامت کے پاس کیاہ ے
رہے سلامت تمہاری نسبت
میرا تو بس آسرا یہی ہے

بہر حال جن اساتذہ سے بھی پڑھا،ان تمام اساتذہ اوراس عاجز کی طرف سے یہاں جتنے طلباء یا علماء موجود ہیں ،یہ عاجز حدیث کی اجازت اپنی طرف سے دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ساری زندگی حدیث پاک کی خدمت کیلئے قبول فرمائے ،تقویٰ اور طہارت کیساتھ پوری زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خواتین کوخطاب

مولانا مدظلہٗ نے کہا کہ یہاں مدرسہ بنات للھاجرہ میں خواتین بھی ہیں آواز سن رہی ہیں تو کچھ باتیں ان کے متعلق بھی کردیجئے تو فرمایا!دیکھیں بیان کے دوران ایک جگہ عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ کی بات آئی تھی کہ وہ نوجوانی میں اپنے دوستوں کی محفل میں رہتے تھے اوردین کی طرف ان کا میلان نہیں تھا مگران کی والدہ ان کے لئے دعائیں کرتی رہتی تھی،یہ جووالدہ کی دعائیں ہے نا! یہ بہت بڑی نعمت ہے،اللہ کرے کہ ہر طالب علم اپنی والدہ کی دعائیں لیں،دیکھئے !والدہ نے اپنے چھوٹے بچے کودریا میں ڈالا تھا اوراس کا نام تھا موسیٰ اور جب وہ بچہ لوٹ کر گھر واپس آیا تو موسیٰ کلیم اللہ بن گیا ماں کی دعاؤں کا یہ رتبہ ہوتا ہے۔

ماں کی دعا انسان کوکہاں سے کہاں تک لے جاسکتی ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کی بچپن میں بینائی چلی گئی تھی، کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کے والدہ نے ان کے لئے دعا کی اوراللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمہ اللہ کودوبارہ بینائی عطافرمائی ہم اندازہ ہی نہیں لگا سکتے،

امام حرم شیخ سدلیس کا واقعہ

بیت اللہ کے امام شیخ سدلیس آپ نے ان کا نام سنا ہوگا ان کا ایک واقعہ میں نے ان کی زبانی کسی سے سنا کہ وہ کہنے لگے کہ میں اپنے بچپن میں بہت زیادہ شرارتی تھا،لوگ مجھ سے تنگ ہوتے تھے،گھر کے

لوگ بھی مجھ سے تنگ ہوتے تھے ،ذہین بچے عام طور پر شرارتی ہوتے ہیں اور بچپن میں تو وہ شرارتیں کرتے ہی ہیں ۔وہ کہنے لگے کہ میں اتنا شرارتی تھا کہ الٹی سیدھے کام کردیا کرتا تھا میری والدہ مجھ سے تنگ تھی مگر ہمیشہ مجھے دعائیں دیا کرتی تھی ۔فرمانے لگے ایک مرتبہ والدہ نے سالن پکایا اور برتن میں ڈالا اور میں نے اس سالن کے اندر مٹی ڈال دی،اب یہ غصے کا وقت تھا مگر میری والدہ مجھ پر بہت مہربان تھی ، جب میں نے اس کے اندر مٹی ڈال دی تو میری والدہ نے مجھے کہا تم نے اس میں مٹی ڈال دی تم نے میرا سالن خراب کردیا، اللہ تجھے بیت اللہ کا امام بنادے ،وہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ کی اس وقت کی یہ دعا تھی جسے اللہ نے قبول کیا اور آج اللہ نے مجھے بیت اللہ کا امام بنادیا تو ماں کو چاہئے کہ غصے میں اپنے بچے کو بددعا نہ دے، ہمیشہ دعا ہی دیں ،اللہ کرے کہ ہم والدین کی دعا لینے والے بن جائے ۔

دعائیں لینے والے بن جانا

دعائیں کروانے والے بہت ہوتے ہیں، دعائیں لینے والے بہت تھوڑے ہوتے ہیں، آپ گھر میں ایسے بن کے رہے کہ آپ کو دیکھ کے بے اختیار والدین کے دل سے آپ کے لئے دعائیں نکل رہی ہوں، بہت سارے لوگ اکثر مجھ سے پوچھتے ہیں حضرت! آپ نے بڑی محنت کی ہوگی یہ کیسے حاصل کیا وہ کیسے حاصل کیا؟ بھئی! سچی بات یہ ہے کہ میرے پاس اپنی کوئی محنت نہیں ہے، زیرو ہے، جو کچھ ہے میری والدہ کی دعائیں ہیں، میں نے اپنی والدہ سے اتنی دعائیں لی ہیں اگر میں کہوں ہزاروں طلباء میں سے کسی نے اتنی دعائیں نہیں لی ہونگی تو میری بات سو فیصد سچی ہوگی ، میں اپنی والدہ کا اتنا احترام کرتا تھا ،اتنی انکی فرمانبرداری کرتا تھا کہ وہ دن رات مجھے دعائیں دیتی رہتی تھی اور ان کی دعاؤں کا یہ صدقہ ہے کہ اللہ تعالی نے آج اس عاجز پر احسان کیا ہوا ہے اور اس کے عیوب پر پردے ڈالے ہوئے ہیں ،تو آپ بھی کوشش کریں اپنی والدین سے دعائیں لیں اور عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اولاد کیلئے دعائیں کریں ،اللہ کی طرف رجوع کریں ان کی دعائیں ان کے اولاد کو نیک بناتی ہیں، ان کی دعائیں ان کے اولاد کو اللہ کا مقرب بنا سکتی ہیں اللہ تعالی ان خواتین کا اس محفل میں آنا قبول فرمائیں یہ عاجز توبہ کے کچھ الفاظ پڑھے گا آپ دل میں نیت کرلیجئے ہم پچھلی گناہوں سے سچی پکی توبہ کرتے ہیں اور آئندہ نیکوکاری کی زندگی گزارنے کا دل سے ارادہ کررہے ہیں ،نیت جیسی ہوتی ہے ویسی مراد مل جاتی ہے،

معمولات

چند معمولات ہیں اگر ان کو آپ باقاعدگی سے کریں گے تو اللہ تعالی دل کو منور کریگا ان میں پہلا ہے صبح وشام ۱۰۰ مرتبہ استغفار پڑھنا اگر آپکو امتحانات کی وجہ سے ٹائم نہ مل سکے تو ہر نماز کے ساتھ آپ

۴۰مرتبہ پڑھ لیں تو بھی ۱۰۰مرتبہ ہوجائیگی اوراتنا وقت تو آسانی کے ساتھ نکل آتا ہے کہ ہرنماز کے بعد ۲۰مرتبہ استغفار پڑھا جا سکے،۲۰ مرتبہ درودشریف تو ۱۰۰ مرتبہ درودشریف ہوجائے گا، دوسرا ہے قرآن مجید کی تلاوت اگر ایک پارہ پڑھ سکے تو بہت اچھا، اتنا وقت نہ مل سکے تو جتنی تلاوت ہوسکتی ہے چند صفحے ہی پڑھ لیں تو بہت اچھا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کوئی بھی شخص قرآن سے برکت حاصل کئے بغیر نہ گزرے ضرور قرآن پاک کھولیں، آج لوگ ہر روز اخبار پڑھتے ہیں کیا ہم ان سے بھی گئے گزرے ہیں کہ ہم ہر روز قرآن مجید کھول کے نہیں پڑھتے تو قرآن مجید کی تلاوت کرنا تیسرا عمل ہے، ہر روز دل میں اللہ کو یاد کرنا، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، دل میں اللہ کی طرف دھیان کرنا، توجہ الی اللہ، رجوع الی اللہ رکھنا یہی تلاوت اللہ ہے اور یہی ذکر اللہ ہے، اس کو کہتے ہیں وقوف قلبی......

وہ جن کا عشق صادق ہے وہ کب فریاد کرتے ہیں
لبوں پر مہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

تو ہم کو بھی چاہئے کہ اپنے اللہ کو دل میں یاد کریں......

خيالك في عيني، وذكرك في فمي
ومثواك في قلبي، فأين تغيب

ہر وقت اللہ کی طرف دھیان دے

مراقبہ کی اہمیت

چوتھی چیز ہے مراقبہ، مراقبہ کہتے ہیں اللہ کی یاد میں انسان یکسو ہوکر بیٹھ جائے آنکھوں کا بند کرنا لازم نہیں ہمارے مشائخ کھلی آنکھوں سے بھی مراقبہ کرتے ہیں لیکن ہم چونکہ مقتدی ہیں تو یکسوئی حاصل کرنے کیلئے آنکھوں کو بند کرلیں بلکہ اگر کوئی کپڑا ہوتو اپنے اوپر ڈال دیں اور یہ اسی طرح ہے کہ جب نبی علیہ السلام پر وحی اترتی تھی تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یکسوئی کیلئے اپنے اوپر چادر کو ڈھانپ لیا کرتے تھے تو آپ کپڑا سر پہ لے لیں اور اس وقت یکسوئی کے ساتھ مراقبہ کرلیا کریں، ہر طرف سے اپنی توجہ کو ہٹالیں اور اللہ کی طرف توجہ کو جمالیں، اللہ کی رحمت آرہی ہے، دل میں سمارہی ہیں دل کی ظلمت اور سیاہی دور ہورہی ہے میرا دل "اللہ" "اللہ" کہہ رہا ہے اور میں سن رہا ہوں زبان سے نہیں، دل پڑھ رہا ہے اور میں سن رہا ہوں اس لئے اس کو ذکر قلبی، ذکر سری، ذکر خفی کہا جاتا ہے، یہ حدیث کے الفاظ ہیں، ہم اللہ کی یاد میں اس طرح بیٹھ جائے اعمال اور موت کا بھی مراقبہ کریں گے، یہ ہمارے دلوں کو منور کریگا، آج کل کے دور میں مثالیں سمجھنی آسان ہیں دیکھئے! سارا دن فون استعمال کرتے ہیں، رات کے وقت اسکی بیٹری ڈسچارج ہوتی ہے،

پھر کیا کرتے ہیں؟ اس کو جا کر چارجر کے ساتھ لگا دیتے ہیں،ایک گھنٹہ چارج کے ساتھ لگانے سے دوبارہ اس کی بیٹری فل ہوجاتی ہے اور آپ کے لئے ٹیلی فون کا استعمال آسان ہوجاتا ہے اگر ایک دن چارج کرنا بول گئے،اگلے دن بیٹری ختم،فون پر بات نہیں ہوتی تو کہتے ہیں جی! میں چارجنگ کرنا بھول گیا تھا آج میرے فون کی بیٹری ٹھیک نہیں تھی ، اسی طرح ہمارے قلب کی کیفیت بیٹری کی ہے سارادن لوگوں کے ساتھ معاملات کرتے ہیں تو کیفیت کی بیٹری ڈاؤن ہو جاتی ہے تو رات کے وقت ہم اس کو چارجر کیساتھ connect کرتے ہیں۔

دل کے تار کو اللہ سے جوڑنا

یہ جو مراقبہ ہے یہ دل کے تار کو اللہ کے ساتھ جوڑنا ہے کہ میرا دل میرے شیخ کے ساتھ جوڑا ہوا ہے ان کا دل اپنے شیخ کے ساتھ اور یہ جوڑتے جوڑتے سلسلہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور ان کا دل نبی علیہ السلام کیساتھ جوڑا ہوا تھا اور نبی علیہ السلام کا دل اللہ کے ساتھ جوڑا ہوا تھا، اسلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیض آتا ہے،فیض دینے والا کون ہے؟ اللہ رب العزت ہے، اسلئے نبی علیہ السلام نے فرمایا انما انا قاسم واللہ یعطی '' میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اللہ عطا کرنے والا ہے'' تو یہ انوارات تھے یہ نور تھا جو اللہ کی طرف سے آتا تھا اور آگے انسانیت اسے حاصل کرتی تھی، ہمیں ہمارے مشائخ کی طرف سے یہ نور ملتا ہے ایک اور مثال لیجئے آپ ایک بڑا خوبصورت گھر بنائے، اس میں روشنی نہیں ہوسکتی جب تک آپ واپڈا والوں سے بجلی کا کنکشن نہ لیں، جب واپڈا والوں سے بجلی کا کنکشن لیں گے تو پیچھے جو پاور ہاؤس ہے، ادھر سے بجلی آئے گی اور گھر کے اندر بلب کو روشن کردے گی ہمارے دل بھی ایک بلب کی مانند ہے۔

مشائخ ایک واسطہ

یہ ہمارے مشائخ ، یہ درمیان میں تار کی مانند ہیں، اسکو نبی علیہ السلام کے قلب کا (جو پاور ہاؤس ہے) رحمت للعالمین کا قلب مبارک اس کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں، وہاں سے رحمتیں آتی ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو منور فرمادیتے ہیں تو یہ دس پندرہ منٹ کا مراقبہ دل میں اللہ کی محبت کو بھر دیگا اور آپ خود محسوس کریں گے آپ کو خود پتہ چلے گا کہ واقعی اب میرا نماز پڑھنے کو دل چاہتا ہے، تلاوت کو دل چاہتا ہے، اب میرے لئے نگاہوں کو ہٹانا آسان ہوگیا ہے، گناہوں سے بچنا آسان ہوگیا، اب مجھے گناہوں سے ندامت ہوگئی ہے، یہ علامات بتاتی ہے کہ دل کی کیفیت پہلے سے بہتر ہوگئی ہے، ہم طلباء کو یہ نہیں کہتے کہ ہر وقت مراقبہ اور ذکر کرتے رہیں، طلباء کے لئے بس چند مرتبہ یعنی ۱۰۰ مرتبہ درود شریف پڑھ لینا ، ۱۰۰ مرتبہ استغفار پڑھ لینا اور ہر وقت توجہ اللہ کی طرف رکھنا۔

طلباء کے لئے مراقبہ کا مقدار

مراقبہ کتنا کریں گے؟ اس کی بھی ترتیب سن لیجئے ، کہ مدارس کے اندر جب اذان ہوجائے تو کلاس ختم ہوجاتی ہے، طلباء کو کہہ دیا جاتا ہے آپ جائیں نماز کیلئے ،اب طلباء کا اختیار ہوتا ہے ۱۵ منٹ میں وضو بنا کے مسجد آئیں اور سنتیں پڑھیں، بہت سارے طلباء کو دیکھا وہ وضو خانے میں کھڑے ہوکر باتیں کرتے رہتے ہیں، مسجد کے صحن میں کھڑے ہوکر باتیں کررہے ہوتے ہیں، گھڑی دیکھ کے ابھی تو تین منٹ ہے جماعت میں، جب وقت ختم ہوجاتا ہے اور ادھر تکبیر ہوجاتی ہے تو پھر آکر نماز میں جڑتے ہیں آپ ایسا نہ کریں جیسی ہی اذان ہوا اسی وقت وضو کیا مسجد میں آکر سنتیں ادا کی اور جب چند منٹ کا ٹائم ہے وہ وقت نماز کے انتظار میں بیٹھیں یہ جو نماز کے انتظار میں بیٹھنے کی سنت ہے یہ بھی آج کل بہت کم ہوچکی ہیں اس کو بھی زندہ کرنے کی ضرورت ہے اور یہ جو چند منٹ ہیں اس میں آپ قبلہ رخ تو ویسے ہوئے ہیں تو ابھی آنکھوں کو ذرہ بند کرلیا اور اللہ کی طرف لو لگالی تو پانچ منٹ سات منٹ آپ کو مل جائیں گی تو آپ کے لئے ہر نماز کیساتھ اتنا ہی مراقبہ کافی ہوجائے گا۔

علم اور ذکر سے نور کی زیادتی

علم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ علم میں تو ویسے ہی عطا فرمائیں گے اور جب ذکر ساتھ شامل ہوجائے تو یہ نور علی نور بن جاتی ہے اور ایسی ہی اللہ تعالیٰ اپنی محبت کو دل میں ڈال کر دیتے ہیں پھر طالب علم اللہ کی محبت کو اپنے دل میں محسوس کرتا ہے، اسے حدیث پاک پڑھنے کا شوق بڑھ جاتا ہے، سنت کی اتباع کا شوق بڑھ جاتا ہے، وہ ایک پر جوش طالب علم بن کر زندگی گزارتا ہے، ہروقت باوضو رہنے کی کوشش کریں، اور تہجد کرنے کا اہتمام کریں، اب آپ کو یہ بات عجیب لگے گی کہ طلباء تہجد کیسے پڑھیں؟ جب سارا دن پڑھتے ہیں تو تہجد کا ثواب تو ان کو ویسے ہی مل جاتا ہے مگر بہر حال نام تو عاشقوں میں لکھوانا ہوتا ہے، ہر رات ایک فہرست بنتی ہے اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی ،رات میں کس نے تہجد پڑھی، ہمارے دل میں تمنا ہوتی ہے کہ اللہ! ہم بھی اس میں اپنا نام لکھوانا چاہتے ہیں اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ اس کا طریقہ یہ نہیں کہ آپ آدھی رات میں اٹھ کر نفل پڑھے، اذان سے آدھا گھنٹہ پہلے اٹھنے کی عادت بنالیں، یہ آپ کی عادت ہے، بعض لوگ ہے بےنمازی جو اذان سے آدھا گھنٹہ بعد اٹھتے ہیں، یعنی نماز قضاء کرکے اٹھتے ہیں، ان کی بھی عادت ہوتی ہے۔

طلباء کی عادت کیسے ہونی چاہئے؟

ہماری عادت ہے اذان کے وقت اٹھنے کی ، ہم فجر پڑھنے والے ہیں، اب ہم عادت بنالیں آذان سے آدھا گھنٹہ پہلے اٹھنے کی، آدھا گھنٹہ پہلے کیوں اٹھے؟ اس لئے کہ پندرہ منٹ میں وضو بنالیں، اور جو پندرہ

منٹ ہے اس میں چار رکعت نفل کرلیں، دو، دو رکعت کر کے، ہماری یہ چار رکعت کی تہجد ہی کافی ہوگی، اور اس کے صدقے اللہ تعالیٰ ہمیں شب زندہ داروں کی صف میں شامل فرمادے گا۔

رات کو فرشتوں کی تین جماعتوں کی ڈیوٹی

عزیز طلباء! یہ مت سوچئیں کہ میں تہجد نہیں پڑھتا نا! نا! نا! ہمیں توفیق نہیں ملتی اور کیوں نہیں ملتی؟ ہماری گناہوں کی وجہ سے محرومی ہوجاتی ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب رات آتی ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں کی تین جماعتیں بنادیتے ہیں، ایک جماعت کو فرماتے ہیں کہ فلاں فلاں میرا ناپسندیدہ ہے جاؤ ان کو تھپکی دے کر سلادو، میں نہیں چاہتا کہ وہ اس وقت اٹھے اور میرے سامنے مصلے پر کھڑے ہو، میں ان کی شکل دیکھنا ہی پسند نہیں کرتا تو فرشتے آکر ان کو میٹھے نیند سلادیتے ہیں، ہم نہ بھی سوتے، تب بھی ہمیں نیند کی تھپکی دے کر سلادیا جاتا ہے، پھر ایک اور جماعت ہوتی ہے اللہ فرشتوں کو کہتے ہیں کہ دیکھو فلاں فلاں فلاں میرے محبوب بندے ہیں جاؤ پر مار کر ان کو جگادو، وہ اٹھیں گے، تہجد کریں گے اور میں (پروردگار) ان کے دامن کو بھر دونگا، تو وہ سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور ایسی ان کی آنکھ کھلتی ہے کہ جیسے کوئی الارم بج رہا ہو، ان کے اندر الارم فٹ ہوتا ہے، اصل میں فرشتہ پر مار کر ان کو تہجد کیلئے جگادیتا ہے، وہ اپنے تہجد کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں اور کچھ اور لوگ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرشتوں کی جماعت کو فرماتے ہیں کہ یہ میرے مقربین ہیں، ان کی عمر بڑھ گئی ہیں ان کے اعضاء کمزور ہوگئے ہیں، تم جاؤ اور صرف ان کی کروٹ بدل دو، جاؤ اور پر مار کر ان کی کروٹ بدل دو، اگر یہ اٹھ کر تہجد پڑھ لیں گے، پھر بھی میں ان سے راضی اور اگر یہ سوئے رہیں گے تو میں ان کے سونے پر بھی راضی، یہ وہ لوگ ہے کہ نوم العلماء عبادۃ "علماء کی نیند بھی عبادت ہوتی ہے" اللہ تعالیٰ ان کو ان کی خدمت پر جتنا اجر دیتے ہیں ان کی نیند پر بھی اللہ تعالیٰ ان کو اسی طرح اجر عطا فرمائے گا۔

شامت اعمال کی وجہ سے تہجد کی توفیق نہ ملنا

یہ اللہ کی طرف سے تقسیم ہوتی ہے تو یہ نہ سوچنا کہ میں تہجد نہیں پڑھتا، نا! نا! نا! مجھے توفیق نہیں ملتی، یہ کیوں نہیں ملتی میری گناہوں کی وجہ سے تو پھر مجھے توفیق تو حاصل کرنی چاہئے، گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے، استغفار کرنا چاہئے، اللہ سے مانگنا چاہئے کہ یا اللہ! میرا نام بھی آپ کے عاشقوں میں شامل ہونا چاہئے اور اس کا آسان طریقہ کیا ہے؟ کہ آذان سے آدھا گھنٹہ پہلے پندرہ منٹ میں وضو کرلیں اور پندرہ منٹ میں چار رکعت نفل پڑھ لیں اتنی ہی تہجد کافی ہے، بعض طلباء کو بیت الخلاء میں زیادہ وقت لگتا ہے تو وہ پندرہ منٹ کا ٹائم لگالیں، بعض جلد فارغ ہوجاتے ہیں بعض دس منٹ میں بھی فارغ ہوجاتے ہیں، اپنی اپنی

طبیعت ہوتی ہے تو جو جلدی فارغ ہوتے ہیں وہ ۲۰ منٹ پہلے اذان سے اٹھ لیا کریں دس منٹ میں وضو کرتے ہیں، اور دس منٹ میں چار رکعت نفل پڑھ لیتے ہیں، اس سے زیادہ جلد اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اللہ کے عاشقوں میں اپنا نام لکھوانا

ایک بات ذہن میں رکھنا کہ اگر آپ کسی بینک میں اکاؤنٹ کھول دیں اور اس میں ایک ہزار روپے ڈال دیں تو جب بھی اکاؤنٹ ہولڈر کی فہرست بنے گی تو جہاں بیلینئر کا نام آئے گا، میلینئر کا نام آئے، کروڑ پتی ارب پتی کا نام آئے گا، لاکھ پتی کا نام آئے گا، وہاں ہمارا بھی نام آئے گا، ایک ہزار روپے ہمارے اکاؤنٹ میں بھی موجود ہیں، اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کہیں گے کہ میرے شب زندہ دار بندے کہاں ہیں؟ تو جہاں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا نام آئے گا، کہ چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، امام شافعی رحمہ اللہ کا نام آئے گا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا نام آئے گا، بڑے مشائخ کا نام آئے گا، وہاں پر ہم نے جو چار رکعت پڑھی ہوں گی، پندرہ منٹ میں، بیس منٹ میں، تو اکاؤنٹ میں لکھا ہوا ضرور ہوگا، کہ اللہ! اس وقت میں ضرور اٹھا، اس کو کہتے ہیں، لولگا کر چھپتوں میں شامل ہونا، یہ ہماری چار رکعت ہی قبول ہوں گی، بس اللہ تعالیٰ ہم سب کو شب زندہ دار بندوں میں شامل فرمادیں، یہ کیسے ممکن ہے، ایک بندہ تہجد میں اللہ تعالیٰ کے عاشقوں میں اپنا نام لکھواتا رہا ہو، اور اللہ تعالیٰ اسے کہے جاؤ میرے دشمنوں کے قطار میں کھڑے ہوجاؤ، یہ کیسے Possible ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے تو اس لئے دل میں تمنا ہونی چاہئے، کہ یہی پندرہ منٹ پہلے ہی سہی، ہم نے چند نفل پڑھنی ضرور ہے، تا کہ ہمارا نام بھی اللہ کی اس شاخ میں شامل ہوجائے۔

تہجد کے وقت دعاؤں کی قبولیت

اگر آپ نے یہ کام کردیا اس وقت میں جب آپ ہاتھ اللہ کے سامنے اٹھائیں گے وہ دینے کا وقت ہوتا ہے فرشتے اعلان کرتے ہیں، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کیا جائے؟ جب اس وقت مانگیں گے اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں گے، آپ کا سینہ علم کے نور سے منور ہوگا ،اللہ آپ کو حکمت عطا فرمائیں گے، قبولیت عطا فرمائیں گے، آپ کو اللہ تعالیٰ نفس اور شیطان کے مکروفریب سے محفوظ فرمائیں گے، تو اس میں وقت زیادہ نہیں لگتا لیکن اس کا فائدہ بہت زیادہ ہے، اس کیساتھ ساتھ ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کریں، کہ حدیث مبارک باوضو ہوکر پڑھے، ایک اور کام ہے مگر مشکل ہے اگر کر سکے تو بہت اچھا، وہ یہ کہ ہر حدیث اپنے استاد سے سننے کی کوشش کریں، بعض طلباء ناغہ کر لیتے ہیں جس دن آپ نے ناغہ کیا، کتاب استاد نے پڑھ لی، وہ احادیث تو استاد سے نہیں سنی، تو سند متصل کا رتبہ تو آپ کو حاصل نہ ہوا۔

سند متصل کر کے ناغہ نہ کرنا

کچھ طلباء ایسے ہیں جو حدیث کی کتاب اساتذہ سے ایسی پڑھیں کہ ایک دن بھی ناغہ نہ ہو، نہ وہ لیٹ ہوں بلکہ ہر حدیث انہوں نے اپنے استاد سے سنی ہو، بالکل سند متصل کا رتبہ حاصل ہو، احادیث پاک کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اسی طرح پڑھنے کی کوشش کریں کہ اگر آپ نے یہ دو کام تجھ بھی پڑھ لی، اللہ سے محبت کا بھی اظہار کر لیا اور حدیث پاک کو اس طرح پڑھا کہ استاد سے حدیث کو پڑھا اور سنا اور ناغہ نہیں کیا، ادھر ادھر وقت ضائع نہیں ہونے دیا، اپنے وقت سے پہلے کلاس روم میں آئے، اپنی استاد کی بات توجہ سے سنی اور حدیث پاک کو سنا تو سند متصل کیا، حدیث پاک سننے کی سعادت نصیب ہوئی تو قیامت کے دن ثواب بھی بڑھے گا......، اللہ تعالیٰ ہمیں علم کی یہ طلب موت تک عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت کے دن طلباء کی قطار میں شامل فرمائے آمین

☆☆☆

خوشخبری

حضرت مولانا **مفتی محمد تقی عثمانی** صاحب مدظلہم العالی کے مایہ ناز خطبات کا مجموعہ

اصلاحی خطبات مکمل 23 جلدیں — عام قیمت: 8050

خطبات عثانی مکمل 6 جلدیں	عام قیمت: 2100
فقہی مقالات مکمل 6 جلدیں	عام قیمت: 2100
اصلاحی مجالس مکمل 7 جلدیں	عام قیمت: 2100
الولایۃ شرح الوقایۃ مکمل 4 جلدیں	عام قیمت: 1550
خاندانی اختلافات اوران کا حل	عام قیمت: 150
شرح قراءۃ الراشدۃ	عام قیمت: 100

میمن اسلامک پبلشرز

عبداللہ میمن (پروپرائٹر) 0331-2420100

محمد مشہود الحق کلیانوی (مارکیٹنگ منیجر) 0313-9205491

مفتی بلال الدین ابراہیمی،انڈیا

اسلام اور امن عالم

اقوام متحدہ سے چند سوالات

میں اقوام عالم کو اسلام کا پیغام سنانے سے پہلے انسانی حقوق کی علم بردار تنظیم U.N.O اور اس جیسی دیگر تنظیمیں، جو خود کو انسانی حقوق کا محافظ، قیام امن کا مسیحا گردانتی اور باور کراتی ہیں، ان سے چند سوالات کرنا چاہوں گا۔

(۱) کیا واقعتاً آپ دنیا میں امن چاہتے ہیں؟

(۲) کیا واقعتاً آپ کو انسانی حقوق کے تحفظ کا پاس ولحاظ ہے؟

(۳) کیا آپ کے نزدیک انسانی جان کی کوئی قیمت ہے؟ یا پھر صرف ایک خاص قوم کو آپ انسان سمجھتے ہیں اور دوسری ایک خاص قوم کی آپ کے نزدیک جانوروں کے برابر بھی اہمیت نہیں، کیونکہ جانوروں کے قتل پر تو بہت شور وغوغا ہوتا ہے، لیکن اس خاص مذہب کے انسانوں کے بے دریغ قتل وغارت سے آپ کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، آپ کی زبان حرکت کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتی، آپ کی آنکھ کو یہ نظارہ بڑا خوشنما معلوم ہوتا ہے، جسے دیکھ کر آپ کا دل پھولے نہیں سماتا۔

(۴) کیا آپ تمام مذاہب والوں کو اس دنیا میں امن وسکون کے ساتھ رہنے کا اہل سمجھتے ہیں؟

(۵) کیا آپ کو آپس ہمدردی اخوت و بھائی چارگی پسند ہے؟

(۶) کیا آپ ایسا نظام چاہتے ہیں جس مین ہرایک کی جان ومال کی حفاظت ہو، بہو بیٹیوں کی عزت محفوظ رہے؟

(۷) کیا عورتوں کی آپ کے یہاں کوئی عزت ہے، یا آپ عورتوں کی عزت اس میں سمجھتے ہیں، کہ سڑک چلتے جانوروں کی طرح کوئی بھی کسی سے اپنی نفسانی خواہش کی تکمیل کرسکتا ہے؟

(۸) کیا آپ کے نظام میں بچوں کو ماں کی ممتا کی ضرورت نہیں؟

(۹) کیا بوڑھے ایک بے کار سامان کی طرح ہیں؟

(۱۰) کیامال کی اہمیت انسان سے بڑھ کر ہے؟

اوراس طرح کے کئی ایک سوالات ہیں، جو کئے جاسکتے ہیں،لیکن میں بس انہی پر اکتفاء کرتے ہوئے ان سے پوچھنا چاہتاہوں کہ اگرآپکے یہاں مذکورہ سوالات کا جواب اثبات میں ہے توپھر بتائیں! اس کیلئے آپ کے پاس کونسا منظم اوردائمی قانون ہے؟اوراگر ہے تو کیااس قانون پرعدل وانصاف کیساتھ عمل درآمد ہے یاان قوانین کے پس پردہ آپ کے یہاں کوئی ایسی بڑی پلاننگ اورمنظم سازش ہے، جسے آپ انجام دے رہے ہیں اورعدل وانصاف،حقوق انسانیت،انسانی خدمات کرنے والی،آپ کی تیارکردہ تنظیمیں N.G.Oاین جی اوز وغیرہ صرف ایک دکھاوا ہیں، جوایک قوم کے حق میں بڑی مستعدی دکھاتی ہیں اوردوسرے کوصاف دلاسادلاتی ہیں۔

اصل مرض کیاہے؟

دراصل آج پوراعالم خاص کرمشرق وسطی اوراب کافی حدتک اس امن اور بھائی چارگی کا گہوارہ کہلانے والا ہمارا ملک"ملک ہندوستان" بھی بدامنی، بے اعتدالی،عدمِ انصاف،عدم تحفظ کاشکارہو چکاہے۔

مشرق وسطی کاحال تو ناقابل بیان ہے،ایسا لگتاہی نہیں کہ وہاں رہنے والے لوگ U.N.Oکے یہاں انسانی فہرست میں داخل ہیں،اگر ہیں تووہاں کی حالت اس قدرابتر کیوں ہے؟وہاں قیام امن کیلئے یا تو یہ تنظیمیں کچھ نہیں کررہی ہیں،یاان کے بس کی بات نہیں،بس بات یہی ہے جب یہ تنظیمیں دنیا کانظام چلانہیں سکتیں،ان کے بس کی بات نہیں،توپھراس پرحق جما کر بیٹھ جانا یہ انسانیت کوہلاکت کے گڑھے میں گرانا ہے،جیسا کہ آج ساراعالم اس کامشاہدہ کررہاہے۔

عدل وانصاف کے بغیر حکمرانی ناممکن

اوراس تباہی،ابتری،قتل وغارت،خون ریزی کااصل سبب یہی ہے کہ حکومت چلانے اورنظام سنبھالنے میں عدل سے کام نہیں لیاجارہاہے،سارے عالم میں بسنے والے انسانوں کوخواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں،انہیں ایک نگاہ سے نہیں دیکھا جارہاہے،قوانین سب کے ساتھ یکساں نہیں برتے جارہے ہیں،ایک توقوانین ہی میں جھول ہے اورمزید برآں وہ بھی ناانصافیوں،ظلم،اوررشوت کے سائے تلے پروان چڑھ رہی ہے،دریں صورت بدامنی نہیں پھیلے گی تواور کیاہوگا؟دہشت گردی جنم نہیں لے گی تواور کیاہوگا؟

بدامنی اوردہشت گردی کاذمے دارکون؟

ظاہرسی بات ہے کہ جب امن کے قانون بنانے والے ہی،اس قانون کوعمل میں نہیں لائیں گے

اورقانون کے زور پر جبر وستم ڈھائیں گے، گندی سیاست سے کام لیں گے، انسانیت کومذہب پرستی کے بھینٹ چڑھادیں گے، تعصب اورتنگ دلی سے کام لیں گے، تولامحالہ بدامنی اوردہشتگردی کی فضاء قائم ہوگی۔

کیا آپ امن چاہتے ہیں؟

اگرآپ نظام امن چاہتے ہیں اوراس قدرانسانی جان ومال کی پامالی دیکھ کراگرآپ کے اندرکہیں سوئی ہوئی انسانیت جاگتی ہے توخدارا! تعصب کی پٹی کواپنی آنکھوں سے ہٹا کر، اسلام دشمنی میں پروان چڑھی فکرکوانسانیت کے ناطے، انسانی جذبے کے تحت بدل کر، نظام اسلام کی طرف رجوع کریں، یہی وہ نظام ہے، جو اس آگ وخون میں جوجھتی دنیا کوامن کا گہوارا بناسکتا ہے، تعلیمات اسلام ہی انسانوں کے اندر شیطان کی محنت سے پنپ رہی حیوانیت کوانسانیت میں بدل سکتا ہے، اسلام ہی مفاد پرستی، خود بینی، خودستائی کے دلدل سے نکال کر ہمدردی، غمگساری، رحم دلی، ایثار وقربانی، کے جذبے کوپروان چڑھا سکتا ہے، اسلام ہی کرپشن رشوت، گھوٹالے، جیسے ناسور کوختم کرکے، ملک کوترقی کے بام عروج پر پہنچاسکتا ہے۔اس لئے کہ اسلام کے نظام تقوی ہے جذبہ ایثار ہے، تعلیم تواضع ہے اوراپنے رب کے حضور بازپرس کاخوف ہے۔

خالق کائنات ہی کائنات کے نظام کو چلاسکتے ہیں

دراصل بات یہ ہے کہ اس عالم کوبنانے والا، ہم انسانوں کوپیدا کرنے والا، اس نظام عالم کوچلانے والا اللہ ہی ہے، اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ اس نے دنیا بنا کرمخلوقات کوپیدا فرما کر، انسان کواس دنیا میں اپنا خلیفہ بنا کربھیجا ہے، اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اوراُسے ہردور کے اعتبار سے مکمل نظام قانون عطا کیا، اپنے پیغمبروں اوررسولوں کوبھیج کران قوانین کی عملی صورت بتائی اور سسکتی انسانیت نے ہردور میں انسانی قوانین ونظام سے تہ وبالا ہوکران رسولوں اورپیغمبروں کی تعلیم کواپنا کر، چین وسکون کا سانس لیا اورپھرانسانیت نے انسانوں کودیکھا، بس یہی حال اس وقت تھا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت لیکر، رحمۃ للعالمین بن کراس ظلم وبربریت سے بھری دنیا میں نبوت کاچراغ جلائے نمودار ہوئے اورظلم وکفر کی تاریکی کونور ایمانی سے چھانٹ کر، اس دنیا کومنور کردیا، ہرسوامن وامان کی فضاء قائم ہوگئی، آپ کے ماننے والوں میں اس قدر انسانیت اوررحم دلی گھر کرگئی کہ وہ خود پر دوسروں کوترجیح دینے لگے، خود کوتکلیف میں ڈالنا گوارا سمجھا، لیکن اپنی ذات سے انسان سے توکیا کسی جانور کوبھی کوئی تکلیف پہنچے، انہیں منظور نہ تھا، انہوں نے اپنی پراپرٹی تونہیں بنائی لیکن دنیا کوعظیم عمارتیں، مسافروں کوسرائے خانے، بیواؤں اوریتیموں کے سرچھپانے کیلئے مکانات کاانتظام کیا، ان کی تجوریاں توخالی رہیں، لیکن انہوں نے حکومت کومالامال کردیا، سرکاری

خزانہ ہمیشہ بھرا ہوتا اور بیت المال کے ذریعے عوام ورعایا کی پوری مدد کی جاتی ،آج کی طرح نہیں کہ لوگوں سے ٹیکس لے لیکر حکمرانوں نے Swed bank میں اپنے نسلوں تک کامکمل عیش وعشرت کیساتھ انتظام کررکھا ہے،غریبوں اور کسانوں کے خون چوس کر، وہ عیش وعشرت اورموج مستی کے سامان تیار کررہے ہیں،اس طرح کے حکمراں سے نظام عالم نہیں چلنے والا ،اس سسکتی دنیا کواسلامی نظام کی ضرورت ہے۔

مذہب اسلام اورپیغمبر اسلام ہی عالمی مذہب اورعالمی پیغمبر ہیں

اسلام ہی عالمی اورآفاقی مذہب ہے ،تعلیمات اسلام ہر فرد بشر کیلئے ہے، اسلام ہر طبقے ، ہر برادری، ہر علاقے کیلئے ہے،اسلامی تہذیب میں بلا اختلاف رنگ ونسل، بلاتفریق عرب وعجم ہر ایک کیلئے گنجائش ہے ، اسلام اورپیغمبر اسلام کے مخاطب تمام انسان ہیں اور یہ سارے عالم کیلئے دین رحمت ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے جو نام بیان کئے گئے ہیں ان میں بھی یہ بات جلوہ گرنظر آتی ہے، چنانچہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حق تعالیٰ کے تین ناموں پر مشتمل ہے ، پہلا نام اللّٰہ ہے جس کامعنی ہے،ذات واجب الوجود یاتمام انسانوں کامعبود حقیقی ، دوسرا نام الرَّحْمٰنِ ہے ،یعنی وہ ذات جوسب پر مہربان ہے ،عربی قاعدے سے رحمٰن کے معنی ہیں وہ ذات جس کی رحمت بہت وسیع (Extensive)ہو،یعنی اس رحمت کا فائدہ سب کو پہنچتا ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت دنیا میں سب کوپہنچتی ہے،جس سے مؤمن ، کافرسب فیض یاب ہوکر رزق پاتے ہیں اوردنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔(توضیح القرآن،حضرت مولانا محمد تقی عثانی ص:۲۱۸)

تیسرا نام الرَّحِیْمِ ہے اس کے معنی ہیں وہ ذات جس کی رحمت بہت زیادہ ہو یعنی جس پر ہو مکمل طور پر ہو، پھر سورۃ فاتحہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے چند نام اورصفات مذکور ہیں ان میں اللّٰہ کے بعد رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہے،جس کی معنی ہیں تمام جہانوں کاپروردگار، انسانوں کاجہان ہو یاجانوروں کا، جمادات کاجہان ہو یانباتات کا،آسمانوں کاجہان ہو یاستاروں ،سیاروں اورفرشتوں کاسب کی تخلیق اور پرورش اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔(ایضا)

سورۃ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (الاعراف :۱۵٦) یعنی دنیا میں میری رحمت ہرمومن وکافر، نیک اوربد،سب پر چھائی ہوئی ہے جسکے نتیجے میں انہیں رزق اورصحت وعافیت کی نعمتیں ملتی رہتی ہیں (توضیح القرآن)۔

اسی طرح قرآن کریم نے خاتم الانبیاء والرسل حضرت محمدؐ کو، سب جہانوں کیلئے رحمت قرار دیا ہے،ارشادربانی ہے:

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیا:۱۰٦)

"اور اے پیغمبر! ہم نے تمہیں سارے جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"

سورہ احزاب میں فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

"حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے"

یعنی صرف رسول اکرم ﷺ کی ذات ہی عقائد وافکار، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، سیاست، معاشیات میں اسوہ اور نمونہ ہے، خودسرکار دوعالم کاارشاد گرامی ہے: انما انا رحمة مهداة(جامع الصغیر رقم: ۲۵۸۳) میں سراپارحمت ہوں، اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔

اسلام میں انسانیت کا احترام

اسلام نے انسان کوتمام مخلوقات پرفوقیت دی، اسے اشرف قرار دیا، اس کے احترام کی تعلیم دی ہے:

وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (بنی اسرائیل:۷۰)

"ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے اور خشکی اور دریا میں ان کو سوار کیا، اور روزی دی، ان کو پاکیزہ چیزوں سے اور ہم نے ان کو بہت سی مخلوق پرفوقیت دی۔"

اسلام میں انسان کاوہ مقام ہے کہ قرآن اعلان کرتا ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں انسانوں کیلئے ہیں۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى (البقرة:۲۹)

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع کیلئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔"

اسلام میں انسانیت کووہ درجہ حاصل ہے کہ مرنے کے بعد بھی مردے کے ساتھ مکمل احترام کا حکم ہے، بایں طور کہ اسے نہلا دھلا کر، خوشبو سے معطر کر کے، صاف ستھرے کپڑے میں، سپرد خاک کیا جائے، اور پس مرگ اس کی برائی بیان نہ کی جائے۔

اسلام سے پہلے جنگ کے میدان میں دشمن کے لشکر کے ساتھ کیسا براسلوک کیا جاتا تھا، ان کے ناک کان کاٹ دیے جاتے، ان کی کھوپڑیوں میں شراب پی جاتی، لیکن اسلام میں سختی سے اس کی ممانعت وارد ہوئی، مشکوۃ شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی مانند ہے۔ (جاری ہے)

پروفیسر عبدالعظیم جانباز*

سائنسی علوم: ایک مؤثر ہتھیار

بنیادی دینی تعلیم ہر شخص کے لیے ضروری ہے، لیکن علوم دینیہ میں اختصاص، کمال اور مہارت ہر شخص کے لیے لازمی نہیں۔ اگر ہر شخص علم دین میں اختصاص پیدا کرنے لگے گا تو عصری علوم کے ماہرین کہاں سے آئیں گے جن کے بغیر دنیا میں قوت وطاقت اور عزت واقتدار کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور نہ کوئی زندہ اور ترقی یافتہ قوم ان علوم کو نظر انداز کرسکتی ہے، انسان کے دوشِ ناتواں پر خلافت کا بارگراں ڈالا گیا ہے۔ خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے دنیا کے انتظام وانصرام اور ایجادات اور ہر ہنر کا جاننا ضروری ہے، اس لیے عصری علوم بھی دینی علوم ہیں۔

بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ آج ہم نے دینی اور دنیاوی علوم کے جدا جدا راستے بنا دیے، حالانکہ یہ نظریہ اور تصور صریحاً قرآن کے خلاف ہے، قرآنِ پاک کی تقریباً 75 فی صد آیات کا تعلق نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، دیگر معاملات اور آخرت کے ساتھ ہے اور باقی 25 فی صد آیات کا تعلق براہِ راست سائنس وٹیکنالوجی کے ساتھ ہے، تو پھر ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ دنیاوی علوم ہیں اور زیادہ تر انہی آیات پر غور وفکر اور تدبر کی دعوت بھی دی جا رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اشیاء کے اسماء کا علم سکھایا تھا، مفسرین نے لکھا ہے کہ اسماء سے مراد مسمیات یعنی اشیاء کے خواص ہیں اور اسی کا نام سائنس ہے، اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ وہ دنیا میں دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہیں، اگر وہ یہ چاہتے ہیں کہ دوسری قوموں کی جارحیت کا نشانہ نہ بنیں، اگر وہ چاہتے ہیں کہ زمانہ کا رولر انھیں پامال کرتا ہوا آگے نہ بڑھے، اگر وہ چاہتے ہیں کہ ایجادات وانکشافات میں ان کا بھی حصہ ہو، اگر وہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں ناقابلِ تسخیر قوم بن جائیں، تو جدید علوم میں دست گاہ اور مہارت حاصل کرنی ہوگی کہ اس کے بغیر طاقت اور ترقی کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا، اقبال کی یہ تعلیم بالکل درست ہے کہ

جو عالم ایجاد میں ہے صاحب ایجاد
ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ

---

* سیالکوٹ Azeemjanbaz77@gmail.com

مسلمانوں نے اپنی پوری تاریخ میں وقت کے علوم کی تحصیل پر توجہ کی، بنو عباس کی حکومت کے زمانہ میں جب یونانی علوم کا ستارۂ اقبال بلند ہوا اور ان علوم کے ذریعہ عقیدہ اسلامی پر تاخت وتاراج شروع ہوئی تو مسلمان علماء اور بالخصوص امام غزالی نے ان جدید علوم کو داخل نصاب کیا اور انھیں اسلام کے دفاع کا ذریعہ بنایا۔ مسلمانوں نے ان علوم میں مہارت پیدا کر لی تھی، جس طرح یونانی علوم اسلامی علوم نہیں تھے، لیکن مسلمانوں نے ان کو سیکھا، اسی طرح مغربی علوم بھی اسلامی نہ سہی لیکن مسلمان ان جدید علوم میں پہلے ہراول دستہ کی حیثیت رکھتے تھے اور مسلمانوں ہی سے یورپ نے ان علوم کو حاصل کیا تھا، اب اگر مسلمان ان کو سیکھیں گے تو خود اپنی ہی گمشدہ میراث کو حاصل کریں گے، لیکن مسلمانوں نے اپنے دور تنزل میں علم کو جدید وقدیم اور دینی ودنیوی کے خانوں میں تقسیم کر دیا، اس تقسیم پر ان کو ایسا اصرار ہے جیسے یہ بھی کوئی شرعی تقسیم ہو اور منزل من اللہ ہو، جیسے ہر قدیم مقدس ہو اور ہر جدید مکروہ، اس خود ساختہ اور غلط تقسیم کا نتیجہ یہ ہے کہ مدارس دینیہ کے فضلاء اور عصری دانش گاہوں کے فارغین کے درمیان بیگانگی کے پردے حائل ہو گئے ہیں۔ ایک زمانہ کے تقاضوں سے ناواقف اور طاقت کے سرچشمہ سے بے خبر اور دوسرا احکام دین سے ناآشنا اور ملت کے مسائل سے بیگانہ، ایک کے پاس وہ کشتی نہیں جو طوفانوں کا مقابلہ کر سکے، دوسرے کے پاس کشتی ہے لیکن ساحل نجات کا اسے علم نہیں۔

اب وقت آگیا ہے کہ اس خلیج کو پاٹنے کی سنجیدہ کوشش شروع کی جائے، دینی تعلیم کے جو مدارس ہیں ان میں جدید علوم اس حد تک ضرور داخل کیے جائیں کہ مدارس عربیہ کا فارغ التحصیل زمانہ کے تقاضوں کو سمجھ سکے اور صحیح رہبری کر سکے، اسی طرح مسلمانوں کے عصری تعلیم کے اداروں میں دینی تعلیم اتنی ضروری دی جائے کہ طالب علم کو حلال وحرام کا فرق معلوم ہو اور وہ اپنے اسلامی تشخص کے بارے میں غیرت مند اور باحمیت ہو۔

حالاتِ حاضرہ کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ عالمی سطح پر مسلمانوں کی شکست اور ہزیمت کا اور دوسری قوموں کی فتح مندی کا بنیادی سبب مسلمانوں کا صنعت اور ٹیکنالوجی میں پیچھے رہ جانا ہے، مسلمان اپنی علمی اور صنعتی پسماندگی کی وجہ سے دوسری قوموں کی جارحیت کا مقابلہ نہیں کر سکتے، قرآن اور سیرت کے مطالعہ سے ہمیں وقت کے علوم کے حصول کی صرف نصیحت نہیں بلکہ تاکید اور تلقین بھی ملتی ہے، لیکن ہمارا دین کا مطالعہ اتنا ناقص اور نقطۂ نظر اتنا محدود ہے کہ ہم نے صرف مسجدوں میں نماز کی ادائیگی کو ہی دین سمجھ لیا ہے، بلاشبہ مسجدوں میں نماز کی ادائیگی ضروری ہے،

روزہ، زکوۃ اور حج اِسلامی فرائض ہیں، لیکن دفاع کے لیے قرآن میں جہاد اور بلند ترین معیار کی اسلحہ سازی (جدید ٹیکنالوجی) کے احکامات بھی موجود ہیں جن کا تذکرہ کبھی کسی واعظ کی زبان پر نہیں آتا ہے، مسلمان حکومتوں کیلئے ان پر عمل فرض ہے، افسوس ہے کہ خلیجی ممالک نے سیال سونے کے سمندر سے مالا مال ہونے کے بعد بھی قرآن کے حکم کو پامال کیا اور پوری قوم کو صارفین کی قوم بنا دیا، حالانکہ اس بے پناہ دولت سے صنعتی انقلاب آ سکتا تھا، مسلم اور غیر مسلم ممالک میں ایسے حق پرست اور بے باک علمائے دین نہیں جو جرأت اور استقامت کے ساتھ شہنشاہوں کا گریبان پکڑ سکیں اور ان کی غلطی پر ٹوک سکیں، قرآن اور حدیث کی ایسی تعلیم کا کیا فائدہ جو انسان کو حق گو اور حق پرست نہ بنا سکے۔

جہاد کے صحیح تصور کو سامنے لانے کی ضرورت ہے، فضائل نماز اور فضائل ذکر کی طرح فضائل جہاد اور فضائل عصری تعلیم و جدید ٹیکنالوجی بھی مرتب اور اس کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے تا کہ جدید اسلحہ سازی اور اعلیٰ درجہ کی ٹیکنالوجی کے حصول کو دینی ضرورت اور شرعی حکم سمجھا جائے تا کہ مسلم حکومتیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں، تا کہ مسلمان دنیا میں طاقتور رہوں، تا کہ دوسری قومیں مسلمانوں کو روند نہ ڈالیں، مسلمان ممالک کو پامال اور شکستہ حال نہ کر ڈالیں، علم کی غلط طور پر دینی اور دنیوی تقسیم کی بیخ کنی کی ضرورت ہے، مسلمانوں کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ جدید علوم وفنون، صنعت وحرفت اور ٹیکنالوجی کا حصول بھی دینی کام ہے کہ اس کے بغیر مسلمانوں کی عظمت رفتہ بحال نہیں ہو سکتی ہے، مسلمان اگر عظمت کی بازآفرینی کے لیے جدید علوم میں امامت کا مقام حاصل کریں گے تو وہ عنداللہ بھی ماجور ہوں گے اور دنیا میں بھی معزز ہوں گے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت مسلمانوں کے لیے ضروری ہے، سائنس اس کائنات کے بارے میں اکتساب علم کا نام ہے اور اس علم اور تجربہ کو عملی لباس پہنانا ٹیکنالوجی ہے، قرآنِ مجید میں نظام کائنات پر غور وفکر اور تدبر کرنے اور آفاق والفس کا مشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے، یہی سائنس کا مفہوم ہے، قرآنِ مجید میں طاقت اور بلند معیار کی اسلحہ سازی کا حکم ہے اور یہ چیز ٹیکنالوجی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ہے، یہ سمجھ لینا کہ جدید تعلیم محض دنیاوی چیزیں ہیں اور اِسلام سے ان کا رابطہ وتعلق نہیں، انتہائی غلط تصور ہے۔

اِسلام کے جامع نظام کو ذہن نشین کرنے اور کروانے کی ضرورت ہے، یہ بات ہمیشہ مستحضر رکھنے کی ہے کہ اسلام کا مقصد دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں کو بہتر بنانا ہے، جب تک یہ چیز حاصل نہیں ہوگی دین کا تصور محدود ہوگا اور مسلمان کبھی اس دنیا میں سربلند اور باعزت نہیں ہوسکیں گے،

ایک اچھے صاحب ایمان اور صاحب اخلاق انسان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کے لیے جدید علوم وفنون سے لیس ہونا بھی ضروری ہے۔ حدیث میں حکمت اور علم کو مسلمانوں کی گمشدہ میراث قرار دیا گیا اور اس پر مسلمان کا استحقاق دوسروں سے بہت زیادہ ہے۔ عبادت اور خلافت دونوں کے تقاضوں کو ہم آہنگ اور باہم مربوط کرنا ایک مسلمان رہبر عالم دین کی بہت بڑی ذمہ داری ہے اور جو عالم دین اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرتا اس کی رہبری خام اور ناتمام ہے، اس کی فکر ناقص اور نامکمل ہے، ایمان اور علم جدید کی اس جامعیت کے بغیر اور روحانی ومادی طاقت کے امتزاج کے بغیر مسلمان ذہنی کمال، قوت اختراع اور عزت وشوکت سے محروم رہیں گے، دینی کام کرنے والی شخصیتیں اور جماعتیں جس قدر جلد اس حقیقت کو سمجھ لیں اتنا ہی ان کے حق میں اور تمام مسلمانوں کے حق میں بہتر ہے۔ مسلمانوں نے اپنی تاریخ میں ہمیشہ روحانی اور مادی دونوں طاقتوں کو بہم کیا اور پھر مسبب الاسباب پر بھروسہ کیا، لیکن اسباب کا کبھی انکار نہیں کیا، کیونکہ یہ اسباب بھی مسبب الاسباب کے پیدا کردہ ہیں اور ان کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تقریروں میں اسباب کی نفی کرنا اور خوارق عادات اور کرامات کے قصے سنانا، مچھروں کو چھاننا اور اونٹ کو نگل جانا امت کی ہمالیائی غلطیوں سے بے خبر رہنا اور داڑھیوں کا طول وعرض ناپنا، مثبت اور تعمیری انداز فکر نہیں ہے، یہ سب بے عقلی، بے عملی، بے خبری، تعطل اور خواب غفلت کا وہ انجکشن ہے جس سے مسلمان اور بھی زیادہ تنزل کا شکار ہوتے چلے جائیں گے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب مسلمانوں نے آفاق وانفس پر غور وفکر کے نتیجہ میں سائنس کو اپنی دسترس میں کر لیا تو سائنسی علوم خدمت خلق کا ذریعہ بنے اور ان سے فلاح وبہبود کا کام لیا گیا اور سائنس اور خدا پرستی میں کوئی ٹکراؤ نہیں ہوا، لیکن جب سائنس پر یورپ کی قوموں کا قبضہ ہوا تو انھوں نے سائنس کو الحاد اور بے دینی کے فروغ کا ذریعہ بنا لیا اور نئی دریافتیں دنیا میں شر وفساد کے پھیلانے کا ذریعہ اور وسیلہ بن گئیں، اقبال کی آواز فضا میں اب بھی گونج رہی ہے۔

علم همه ویرانه ز چنگیزی افرنگ
معمار حرم، باز به تعمیر جهاں خیز
از خواب گراں خواب گراں خواب گراں خیز

(فرنگیوں کی چنگیزی سے پوری دنیا ویران ہے، حرم کے معمارو، دنیا کی تعمیر کے لیے دوبارہ اٹھو، گہری نیند، گہری نیند، گہری نیند سے اٹھو)۔

مولانا ابوالمعز عرفان الحق حقانی

تذکرہ تین بزرگوں کا

- شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ
- شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی رحمہ اللہ
- حضرت قاضی عطاء الرحمٰن جہانگیروی رحمہ اللہ

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان سے وابستہ یادیں

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو — گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

دادا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق کے زمانہ تدریس دیوبند کے تلامذہ میں سے پاکستان میں جن شخصیات سے سب سے زیادہ فیض اور خیر و برکت کا سلسلہ جاری ہوا، ان میں ایک عظیم نام وفاق المدارس کے صدر، جامعہ فاروقیہ کے بانی و مہتمم، دور حاضر میں علماء طلبا کے دلوں کی دھڑکن، بقیۃ السلف عالم دین، شارح بخاری شریف، حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کا ہے۔ افسوس کہ آپ گزشتہ دنوں ۱۵/جنوری بروز اتوار بعد عشاء اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون موجودہ دور میں جب ہر طرف سے مدارس اور دینی مراکز کو باطل کے خونخوار عزائم کا سامنا ہے ان جیسے حضرات کا وجود ڈھال اور نگہبان کی حیثیت رکھتا ہے، جن سے ہم محروم ہوگئے، آپ کی رحلت سے جو خلا پیدا ہوا ہے، شاید ہی کہ وہ پُر ہوسکے۔ ابھی کل ہی کی بات لگتی ہے کہ موصوف جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہ کی رحلت پر تعزیت کے لئے تشریف لائے تو ہزاروں طلبہ نے بہ ایں عظیم غم و حزن کے بھی اس اسلامی سپوت کا پرتپاک استقبال کیا۔ دفتر اہتمام میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ فاتحہ و تعزیت فرمائی، اس موقع پر حضرتؒ نے سخت ضعف و نقاہت اور بیماری کی وجہ سے گفتگو کم بلکہ بالکل نہ ہونے کے برابر فرمائی، تو احقر نے حضرت سے فیض حاصل کرنے کی غرض سے اس مجلس میں آپ سے چند سوانحی سوالات کیے، جن میں پہلا سوال یہ تھا کہ آپ نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے دیو بند میں طحاوی شریف میں کسب فیض پایا کیا اس کے علاوہ بھی دیگر کتب میں استفادہ کا موقع ملا۔ میرے اس سوال پر وفاق المدارس کے اسلام آباد سے

تعلق رکھنے والے رکن قاضی عبدالرشید نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ چونکہ حضرت بیمار ہیں اور گفتگو کرنے سے مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے میں جواب دیتا ہوں لیکن حضرت نے حد درجہ محبت وشفقت اور کمال اصاغر نوازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اشارے سے چپ کروایا اور خود گویا ہوئے کہ میں نے آپ کے دادا سے حمد اللہ اور جلالین شریف کی کتابیں بھی پڑھیں۔ میں نے استفسار کیا کہ جلالین کا حصہ اول یا آخر؟ تو فرمایا اس زمانے میں اول اور آخر نہیں ہوتے تھے، صرف ایک اُستاد کے پاس مکمل جلالین شریف ہوتی تھی۔ گفتگو کے دوران حضرت کی طبیعت کھلنے لگی تو میں نے دوسرا سوال کیا کہ ہم نے بعض اکابرین جیسے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے متعلق پڑھا ہے کہ انہوں نے ایک ماہ کے قلیل عرصے میں قرآن پاک حفظ کیا۔ اسی طرح کی روایت آپ کے متعلق بھی مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی اس سے سرفراز فرمایا۔ میں آپ سے اس بات کی سند متصل کرنا چاہونگا۔ اس پر فرمایا کہ میں نے ستائیس روز میں قرآن پاک یاد کیا، اس دوران سترہ دن تک مسلسل معمول کے مطابق سویا بھی نہیں۔ پھر اپنی فطرتی تواضع کی بنیاد پر اپنی تنقیص کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے بعد میں ایک طویل مدت تک قرآن پاک کی تلاوت بھی نہ کرسکا۔ گویا کہ پہلی بات میں بظاہر عجب کا شائبہ تھا تو دوسری بات سے اپنی کوتاہی کا اظہار فرمادیا۔ حضرت کے خوشگوار موڈ نے مجھے مزید سوال کرنے پر آمادہ کیا تو پوچھا کہ یہ کس زمانے کی بات ہے کہ آپ نے حفظ قرآن کی سعادت پائی۔ فرمایا! کہ یہ میرے جلالین ہی پڑھنے کا سال تھا۔ آخری سوال انکی تاریخ پیدائش اور تعلیم کے متعلق کیا۔ جواباً کہا کہ میں ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء کو ہندوستان کے ضلع مظفر نگر میں کے قصبہ حسن پور میں پیدا ہوا۔ پرائمری تک عصری تعلیم پائی اور پھر جلال آباد کے ایک مدرسہ مفتاح العلوم سے اسلامی علوم پڑھنے شروع کیے۔ درس نظامی کے آخری تین سال کیلئے دارالعلوم دیوبند سے وابستہ ہوا۔ اختتام مجلس پر احقر نے عرض کیا کہ سوالات تو اور بھی ذہن میں ہیں لیکن آپ کی تکلیف کے مدنظر اسی قدر توجہ اور استفادہ پر اکتفا کرلونگا جس پر مخصوص متبسمانہ انداز سے شفقت کا اظہار فرمایا۔ پھر آپ دارالحدیث تشریف لے گئے جہاں دو تین جملوں پر مبنی تعزیت فرمائی اور طلبا کو اجازت حدیث سے نوازا، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور دارالعلوم حقانیہ سے آپ کو والہانہ تعلق رہا تھا، اسی نسبت سے میں جب بھی حاضر خدمت ہوا تو ہمیشہ خصوصی توجہات اور تشجیعات سے نوازا۔ ایک دفعہ غالباً 2002ء میں جامعہ فاروقیہ کراچی زیارت کیلئے حاضری ہوئی تو اس ملاقات میں کشف الباری شرح صحیح بخاری کی تدوین، اس کے بنیادی مآخذ ومصادر اور خاص کر حضرت مدنیؒ کے درسی تقاریر وغیرہ پر تفصیلی ارشادات سے نوازا۔ کشف الباری کے متعلق فرمایا کہ اس کے جملہ حقوق مدرسے کیلئے وقف کیے ہیں۔ اس دوران آپکے ہم سبق حضرت مولانا ڈاکٹر اسرار الحق صدیقی اکوڑویؒ کا ذکر خیر بھی ہوا۔ مجھ سے زیر درس کتب کے بارے میں پوچھا تو میں نے ارشادالصرف، گلستان وبوستان مختصر القدری، شرح

تہذیب، ریاض الصالحین وغیرہ کا ذکر کیا اس پر فرمایا کہ چھ سات سال تدریس کے ہو بھی گئے اور اب بھی ابتدائی کتب ہی پڑھا رہے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت ہمارے ہاں حقانیہ میں جمودی تدریس ہوتی ہے، بڑے بڑے اساتذہ کرام تیں پینتیس سال سے حسامی سے آگے نہیں بڑھے اگر کوئی استاد دنیا سے پردہ کر جائے تو اسکے کتب پر دیگر اساتذہ کی ترقی ہوتی ہے۔ جس پر فرمایا کہ ہم تو نوجوان اساتذہ کو بڑی اور مغلق کتابیں دیتے ہیں اس لئے کہ انکے عزائم اور حوصلہ تازہ ہوتا ہے۔ اختتام مجلس پر حد درجہ شفقت فرماتے ہوئے مجھے دوپہر کے کھانے کیلئے اپنے ہاں رکوایا۔ ایک موقع پر دارالعلوم حقانیہ میں 1982ء کو وفاق المدارس کے اجلاس کے دوران اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے خطاب کے دوران فرمایا حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کا فرزند روحانی ہونے کی وجہ سے یہ خادم دارالعلوم حقانیہ کو اپنا مادر علمی سمجھتا ہے اس لیے مجھے بطور خاص خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وفاق المدارس العربیہ کے اجلاس کیلئے اس جامعہ کو منتخب کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اسی اجلاس میں اہل مدارس کو رجال کار پیدا کرنے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: کتنی بڑی ہماری جماعت ہے کتنے ماشاء اللہ ہمارے مدارس ہیں اور کتنے ہمارے طلبہ ہیں کہ ملک میں نہ علماء کی جماعت کسی کے پاس اتنی بڑی ہیں نہ اتنے اہم اور وقیع ادارے کسی مکتب فکر کے پاس موجود ہیں اور نہ طلبہ کی تعداد اتنی کسی کے پاس ہیں اور ایسی صورت میں ہم اس نعمت عظیم کی قدر نہ کریں ہماری زندگی کا تو مقصد ہی یہی ہے کہ رجال کار تیار کریں ہم ایسے مضبوط کردار کے لوگ اور ایسے صاحب علم لوگ، صاحب بصیرت لوگ اور رسوخ فی العلم رکھنے والے علماء یہاں تیار کریں کہ زمانہ دیکھے اور سمجھے کہ ان حضرات کی خدمات کا کیا انداز ہے۔ اپنے شیخ حضرت مولانا عبدالحقؒ سے بے مثال متواضعانہ تعلق کا اظہار کرتے ہوئے انکی وفات پر حضرت نے لکھا کہ "احقر کو ان کے ہزارہا شاگردوں کی فہرست میں ایک ادنی درجے کے شاگرد کی حیثیت سے شمولیت کا شرف حاصل ہے اور میرے اپنے گمان کے مطابق یہ عزت صرف دنیا کی حد تک ہی وجہ افتخار نہیں بلکہ آخرت کے ابدالآباد کی زندگی میں بھی اس کے ذریعہ کامیابی اور سعادت اندوزی کی بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ حضرت مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے بڑی جامع صفات شخصیت عطا فرمائی تھی اگر وہ ایک طرف علم کے سمندر کے شناور تھے اور تمام اقسام علوم میں ان کو وسعت نظر کے ساتھ حقیقی بصیرت بھی عطا ہوئی تھی تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے عالم ینتفع بعلمہ کی عظمت سے ان کو ایسی درخشاں بلندی عطا فرمائی تھی کہ بلاشبہ اپنے دور میں علمی افادے کے اندر ان کی مثال اگر نایاب نہیں تو کم یاب ضرور تھی۔ ان کے اخلاق عالیہ تواضع وانکساری، صبر وتحمل، احسان وکرم گستری، شفقت ورحمت، عفو ودرگزر، جرأت ایمانی اور حق وصداقت کیلئے اولوالعزمی، عمل وعلم میں کمال امتیاز، استغناء وسیر چشمی وغیرہ نے ہر کہ، ومہ، دوست، دشمن، اپنے اور غیر سب ہی سے اپنا لوہا منوایا کمال یہ تھا کہ صفات حمیدہ میں رسوخ نے وہ طبعی کیفیت حاصل کر لی تھی کہ کبھی

بھی انکی نمود و ظہور میں تکلف کا شائبہ کسی کو محسوس نہ ہوتا تھا۔ ایک طرف وہ عالم بے بدل تھے اور مسند علم پر علمی تحقیقات سے تشنہ گان علوم کو سیراب فرماتے تھے تو دوسری طرف شیخ وقت اور مرشد کامل تھے کہ طالبین کو تعلق مع اللہ کی دولت سے مالا مال فرمایا کرتے تھے۔ پھر ان عظیم دینی اور روحانی خدمات کیساتھ انہوں نے پاکستان میں نظام اسلام کے قیام کیلئے مملکت خداداد اور پاکستان کے تحفظ و استحکام کیلئے جو گرانقدر خدمات انجام دیں پاکستان کا ہر ذی شعور شہری اس سے بخوبی واقف ہے اور اسمبلی کا ریکارڈ اس کے لئے شاہد عدل ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کے آثار علمیہ اور دارالعلوم حقانیہ کے فیوض و برکات کو تادیر قائم و دائم رکھیں"۔

اب میں حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کی رحلت پر انکے قلم کے یہی الفاظ جو انہوں نے اپنے استاد کو نظرانہ عقیدت کے طور پر قلمبند کیے تھے میں آپؒ ہی کیلئے بطور استعارہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت مرحوم سال کے آخر میں اکثر طلباء کو دیگر نصائح کے ساتھ جدیدیت کے فتنے سے بچنے کا خصوصی طور پر تذکرہ فرماتے ۔دوران درس طلباء کو تلاوت قرآن پاک کا شغف اختیار کرنے کی تاکید فرماتے۔ کبھی کبھی افسوس کے ساتھ کہتے کہ اب تو حقیقی تہجد گزار تو کیا کہنا مجازی تہجد گزار بھی نہیں رہے۔ یاد رہے کہ حقیقی سے مراد انکا آخری پہر میں نیند سے اُٹھ کر تہجد پڑھنے والا اور مجازی سے مراد سونے تک وتر کو موخر کر کے اس سے قبل چند رکعات نوافل پڑھنا ہوتا تھا۔ اہل مدارس علماء و طلباء اور مہتممین کے نام انکی آخری تحریر یا باالفاظ دیگر وصیت نامہ جو وفاق المدارس کے گذشتہ ماہ دسمبر کے رسالے کا اداریہ تھا جو حرز جاں بنانے کے قابل ہے۔ جس میں اہل باطل اور انکے ہمنوا اصلاح کے نام پر دین بیزار این جی اوز کا موثر طور پر آپریشن کیا گیا تھا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحفیظ مکیؒ کے ارشادات

آج سے سترہ اٹھارہ برس قبل جب پہلی دفعہ حرمین شریفین کا سفر عمرہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں ہوا تو خوش قسمتی سے احب البلاد مکۃ المکرمہ میں احقر کی جائے اقامت عالم اسلام کا معروف اور حجاز کا قدیم مدرسہ صولتیہ بنا، یہ وہی مدرسہ ہے جسے معروف مناظر و مجاہد اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے قائم فرمایا۔ اس موقعہ پر مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا ماجد مسعود مدظلہٗ (المعروف بہ حشیم صاحب) نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحفیظ مکیؒ سے تعارف کروایا جو اُس وقت "صولتیہ" کے مسند حدیث کی زینت تھے۔ حضرت مکی صاحب نے بڑی شفقت و توجہ اور محبت سے نوازا۔ ایسا محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ میری اُنکے ساتھ یہ اولین شناسائی اور ملاقات ہے۔ انداز محبت سے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے برسوں کا پرانا تعلق اور ربط رہا ہو۔ یقیناً یہ سب کچھ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور دارالعلوم حقانیہ سے نسبت کا مظہر تھا۔ اس ملاقات کے بعد مکی صاحب کی محبت نے دل میں گھر کر لیا۔ جب تک مکہ میں مقیم رہا تقریباً ہر دوسرے تیسرے روز اس خندہ رو، علم و عمل

کے کوہ گراں سے ملاقاتیں برابر ہوتی رہیں۔ بعد میں متعدد اسفار کے دوران انکی خانقاہ "بیت عبدالحق" واقع بندوایہ شارع منصور مکۃ المکرمہ بھی آنا جانا لگا رہا۔انکی صحبت ومجلس سے محبت وعقیدت کا یہ تعلق بڑھتا گیا...... احب الصالحین ولست منهم لعل الله یرزقنی صلاحاً

کے مصداق اکابرین وعلماء اور اہل اللہ کے ساتھ اٹھک بیٹھک اسی غرض سے لگی رہتی ہے کہ شاید انکے طفیل ہمیں بھی رضائے الٰہی نصیب ہوجائیں۔مولانا مکی مرحوم کے اچانک انتقال کی خبر نے ہلا کر رکھ دیا، بلاشبہ چند دنوں کے پے درپے صدمات نے تو اہل علم وعرفان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اعظمی کی رحلت کا صدمہ ابھی تازہ تھا کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ آخرت کے سفر پر روانہ ہوئے اور پھر ایک دن کے وقفہ سے حضرت مکیؒ کی جدائی نے غم وحزن کی فضاء میں اور بھی اضافہ کردیا۔ان اساطین علم وسلوک کے چلے جانے سے جو عظیم خلاء رونما ہوا ہے شاید ہی کہ وہ کسی طرح پُر ہو سکے۔عمر کے آخری چند سالوں میں پاکستان آمد پر ہمارے ممدوح مولانا عبدالحفیظ مکی نے مادر علمی دارالعلوم حقانیہ کو متعدد بار اپنے قدوم میمنت سے نوازا، ان مواقع پر آپکے خصوصی اور عمومی مجالس میں استفادہ کا شرف بحمد اللہ حاصل رہا۔۱۹؍اپریل ۲۰۱۵ء کو دارالعلوم حقانیہ کے عظیم دارالحدیث "ایوان شریعت" میں خطاب کے دوران حقانیہ کو پوری دنیا کے مسلمانوں کا روحانی مرکز قرار دیتے ہوئے فرمایا......

"یہ ہمارا مرکز ہے بلکہ پورے دنیا کے مسلمانوں کا علمی ودینی مرکز ہے،اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے اور ان شاء اللہ فرمائے گا ان شاء اللہ ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ پوری پوری حفاظت فرمائے گا جو مراکز دینیہ کے محافظ ہیں،علم کے محافظ ہیں،قرآن وسنت کے محافظ ہیں،اللہ تعالیٰ خود اس کے محافظ ہیں،ان شاء اللہ دشمنان اسلام کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اللہ تعالیٰ سب کی اپنے کرم سے حفاظت فرمائے اور آپ سب حضرات کو قبول فرمائے میں دعا کرتا ہوں ان حضرات اکابر کی محنتوں کو،جہود کو،فکر کو اور جو کچھ یہ مخلصین کررہے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور انکا محافظ ہوں ، اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم کو قدم قدم پر ترقیات سے نوازے ظاہری باطنی،علمی،عملی اور تعمیراتی ہرنوع کی ترقیات سے اللہ نوازے ان شاء اللہ"۔

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے آپ سے دورۂ حدیث کے طلباء کو اجازتِ حدیث دینے کا فرمایا تو آپ نے اپنے اساتذہ کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"میں نے دورہ حدیث ۱۳۸۸ھ بمطابق ۱۹۶۸ء کو مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور یوپی انڈیا میں کیا،یہ ہمارے شیخ قطب الاقطاب برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی المدنیؒ کی تدریس کا آخری سال تھا ، بخاری شریف جلد اول مکمل سبقاً سبقاً اپنے شیخ سے روایۃً ودرایۃً پڑھی ،دوسری جلد حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ اجڑاوی صاحب سے دوسری جلد مکمل روایۃً کہیں کہیں مفتی صاحب کلام فرماتے اور

جامع ترمذی بھی مکمل ظفر احمد گیلانی سبقاً سبقاً اور شمائل ترمذی مکمل پڑھی، اس کے بعد صحیح مسلم کامل مکمل دونوں جلدیں حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ (موجودہ شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور صدر المدرسین مظاہر العلوم) سے پڑھی اور اسکے ساتھ ساتھ سنن نسائی، ابن ماجہ، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد بھی روایۃً مکمل مولانا محمد یونس جونپوری سے پڑھی، سنن ابی داؤد مکمل سبقاً سبقاً مولانا محمد عابد سہارنپوری سے پڑھی، اسکے علاوہ ابی داؤد کی دوسری جلد شرح معانی الآثار کا اکثر حصہ حضرت مولانا اسد اللہ رامپوریؒ، خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے پڑھی اور پھر حضرت کی طبیعت کی ناسازگی کی وجہ سے کتاب مکمل نہ کر سکے مظاہر العلوم میں یہ معمول چلا آرہا تھا کہ کوئی بھی کتاب ناقص نہ پڑھائی جائے چاہے سبقاً سبقاً ہو یا روایۃً یا درایۃً، میرے ان تمام مشائخ نے تفصلاً وتکرماً مجھے ان کتابوں کی اجازت فرمائی جو میں نے ان سے پڑھی، اور جو جو بھی راویانِ حدیث ہیں اور جن جن کی طرف سے اجازت ملی اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی طرف سے رحمتیں نازل فرمائے ان سب نے مجھے تمام مرویات حدیثیہ کی اجازت فرمائی، میں بھی حضرت کے حکم سے آپ سب کی خدمت میں اس کی اجازت پیش کرتا ہوں، قبول فرمائیں"۔

ختم نبوت کے عقیدہ پر ہندوستان میں شب خون مارنے والے انگریز کے پروردہ ملعون مرزا غلام احمد قادیانی کے رد اور استیصال کیلئے جن بزرگوں نے اپنی زندگیاں وقف کیں اسکی لمبی تاریخ ہے تاہم دور حاضر میں مولانا عبدالحفیظ مکی کی شخصیت اسی قافلہ کا حصہ تھے۔ انٹرنیشنل تحریک ختم نبوت کے سٹیج پر اُنکی خدمات جلیلہ کا ایک زمانہ معترف ہے۔ آپکی عمر عزیز کا آخری دور باغیان ختم نبوت کے تعاقب میں گزرا اور اس کام کیلئے آپ نے اپنے پیچھے جو جماعت تیار کی ہے وہ ان شاء اللہ صدقۂ جاریہ رہیگا۔

حضرت مکی صاحب "تصوف وسلوک کے تابندہ چراغ تھے اور تزکیہ جیسے اہم فرض منصبی کی خاطر آپ افریقہ یورپ اور بلاد عرب وعجم کے مسلسل اسفار فرماتے تھے۔ اس موضوع پر فرمایا:

"ہمارے شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ) کی ایک بات عرض کروں آپکی پیدائش کاندھلہ میں ہوئی چونکہ ان کے والد صاحب مولانا یحییٰ، حضرت (مولانا رشید احمد) گنگوہی کے خادم خاص اور کاتب بھی تھے۔ والد ماجد کچھ ہی عرصے بعد انہیں گنگوہ لے آئے، گنگوہ کی خانقاہ میں حضرت کا قیام تھا، اور وہ دور خانقاہ گنگوہ کے عروج کا دور تھا، حضرت گنگوہی اس وقت بہت کمزور ہو چکے تھے ان کو حجرہ سے ان کے پالکی لے جایا کرتا تھا، جب پالکی پر حضرت بیٹھے تھے، تو پالکی چاروں طرف سے خدام اٹھاتے تھے، ان اٹھانے والے خدام میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ۔ حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ جیسے خدام ہوتے تھے جو حضرت کو مسجد لے جاتے تھے، اسی خانقاہ میں حضرت کی آنکھ کھلی، پھر عمر تقریباً

آٹھ سال تھی جب حضرت گنگوہی کا انتقال ہوا، اس کے بعد تھانہ بھون کی خانقاہ جو حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کی ہجرت کی وجہ سے اجڑ گیا تھا حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے آباد کیا، حضرت تھانویؒ کا سارا دور حضرت شیخ الحدیث نے دیکھا اور حضرت کی آخری عمر تک اس خانقاہ کا نظارہ کیا، رائے پور کی خانقاہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ نے قائم کی تھی انکے بعد شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے کام سنبھالا اس خانقاہ کا سارا دور بھی حضرت شیخ نے دیکھا ۱۹۶۸ء میں حضرت شیخ نے تدریس چھوڑ دی تو مذکورہ ساری خانقاہیں اجڑ گئی تھیں، ان خانقاہوں میں کوئی ذاکر شاغل نہیں تھا اسی وجہ سے حضرت ان تینوں خانقاہوں کا تذکرہ فرماتے اور بہت زیادہ روتے اور اتنا روتے کہ بعض دفعہ ہچکیاں بھی بند ہو جاتی تھی فرماتے کہ ہمارے اکابر کے دور میں یہ سب خانقاہیں آباد تھیں اور اسی سے رجال کار تیار ہوتے۔ ہمارے تمام اکابر، علم کے ساتھ ساتھ خانقاہی سلسلہ کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے، حضرت تھانویؒ کے ایک ملفوظ سے پتہ چلتا ہے کہ اکابر کا طرہ امتیاز اصلاح قلب اور تزکیہ نفس کا کام ہی تھا۔

حضرت تھانوی فرماتے تھے، کہ اگر مجھے کوئی آدمی کہے کہ تمہارے اکابر سے بڑھ کر علم تفسیر میں فلاں بڑا عالم ہے تو میں اس سے جھگڑا نہیں کروں گا کیونکہ ہوسکتا ہے اور ممکن ہے اور اگر کوئی کہے کہ فلاں علم حدیث میں تمھارے اکابر سے بڑھ کر ہے تو اس سے بھی کوئی اختلاف نہیں کروں گا، کہوں گا کہ ہاں ممکن ہے احتمال ہے اور اگر کوئی کہے کی فقہ اور فتویٰ میں تمھارے اکابر سے بڑھ کر فلاں مفتی ہے تو میں ان سے بھی جھگڑا نہیں کروں گا بلکہ کہوں گا کہ ہاں ممکن ہے اور محتمل ہے لیکن میں یہ بات دعوے سے کہتا ہوں کہ للّٰہیت، بے نفسی، تقویٰ، اور تعلق مع اللہ میں میرے اکابر کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے دارالعلوم دیوبند کا وہ دور دیکھا ہے جب دارالعلوم دیوبند کی تعلیمی شعبہ میں صدر مدرس سے لیکر ادنیٰ مدرس تک اور انتظامی شعبے میں مہتمم سے لیکر چپڑاسی تک اہل نسبت بزرگ ہوتے تھے دن کو دارالعلوم دیوبند میں قال اللہ اور قال الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا غلغلہ ہوتا تھا اور رات کو دارالعلوم کے ہر کونے سے قرآن کی تلاوت کی آواز آتی تھی یا الا اللہ، اور اللہ اللہ کے ضربوں کی آواز آتی تھی اس سے معلوم ہوا کہ اکابر کے ہاں تزکیہ نفس کا بہت اہتمام ہوتا تھا حتیٰ کہ اکابر میں سے کسی کی بھی سوانح زندگی اٹھا کر دیکھے تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے علم دین میں کمال حاصل کیا تو اسکے بعد چین سے نہیں بیٹھے بلکہ اپنے بڑوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور انکی زندگی کو اپنا لیتے حضرت نانوتویؒ ہو، حضرت شیخ الہندؒ ہو، گنگوہیؒ ہو، رائپوریؒ ہو، مولانا الیاس صاحبؒ ہو جتنے بھی اکابر تھے سب کے سب اہل نسبت بزرگ تھے"۔

افسوس آج ہم میں مکی صاحب نہ رہے تاہم ان شاء اللہ ان کی باتیں اور مشن صدا زندہ رہے گا۔

حرمین کی سرزمین سے محبت کی بنیاد پر حضرت مکی صاحبؒ کے والد ملک عبدالحقؒ نے ۱۹۷۳ء میں پاکستان کو خیرآباد کہہ کر وہاں مستقل سکونت اختیار فرمائی تھی۔اسی محبت میں آپ کی اولاد بھی وہی پر مقیم ہے اگر چہ مکی صاحب کا انتقال تو دوران سفر جنوبی افریقہ ہوا لیکن یہ انکی خوش نصیبی کا واضح ثبوت ہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ خاکِ پاک (جنت البقیع) میں دفن ہونے کی سعادت ملی۔مرحوم کی تدریسی، دعوتی، اصلاحی ،اشاعتی اور خاص کر تحفظ ختم نبوت کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

این سعادت بزور بازو نیست　　　تانہ بخشند خدائے بخشندہ است

نانا جان حضرت قاضی عطاء الرحمٰن جہانگیرویؒ کی آپ بیتی

حد درجہ بےنفس و متواضع ، زبردست قرآن خوان، طویل العمر شخصیت نانا جان حضرت قاضی عطاء الرحمٰن صاحب جہانگیروی ۱۳ جنوری ۲۰۱۶ء بروز جمعہ بعد از عشاء ۹۲ برس کی عمر میں اس دار فانی سے دارالبقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپکی رحلت کی خبر تایا جان پروفیسر محمود الحق حقانی صاحب نے موبائل کے ذریعے دی تو اس وقت یوں محسوس ہوا جیسے زمین پاؤں تلے کسک گئی ہو۔یقین تو نہیں آ رہا تھا لیکن یہ ایسی مسلم حقیقت ہے جس سے کوئی بھی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا۔آپ گذشتہ آٹھ ماہ سے علیل ضرور تھے لیکن اس کے باوجود عزم و ہمت اور برداشت کے کوہ گراں ہونے کی وجہ سے دیکھنے والا ان پر بیمار کا گمان نہیں کرتا تھا۔وفات سے چند روز قبل اپنے بیٹے قاضی نسیم الرحمٰن کے ہاں اسلام آباد تشریف لے گئے اور وہی تادم وفات مقیم رہے۔جمعہ کے روز سورۂ کہف معمول کے مطابق پڑھی نمازیں ادا کیں۔عشاء کے وقت سانس خراب ہوئی تو پہلے نماز عشاء پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے۔گھر والوں نے کہا کہ عشاء کا وقت تو کافی لمبا ہوتا ہے طبیعت سنبھل جائے تو پڑھ لینگے۔لیکن انہوں نے دنیا سے جاتے ہوئے معراج مومن (نماز) چھوڑنا گوارا نہ کیا، پھر انہیں طبی امداد کیلئے پمز ہسپتال لے جایا گیا تو باوجود سخت تکلیف و بےچینی کے گاڑی سے اُتر کر کاؤنٹر سے خود پرچی وصول کی چند لمحوں میں انہیں ایمرجنسی میں ای سی جی کروانے لے جایا گیا اس دوران کلمہ طیبہ اور شہادت کا ورد مسلسل فرماتے رہے۔موت کے وقت یہی وہ مرحلہ ہوتا ہے جس کے بارے میں ہر مسلمان خوف وڈر کا شکار رہتا ہے کہ کہیں خاتمہ خیر کے برعکس نہ ہو:

نشان مرد مومن با تو گویم　　　چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

مرحوم نانا جان جنہیں ہم ''خان جی'' کے نام سے پکارتے تھے ،آپ کے والد قاضی عزیز الرحمٰن کے متعلق مولانا سمیع الحق مکتوبات جلد اول کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ''شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے بڑے

ہم زلف تھے علاقہ چھچھ،غورغشتی اور جلالیہ وغیرہ میں تعلیم پائی، بڑے دبنگ بااثر اور رعب دار شخصیت کے مالک تھے، اور اپنے چچا قاضی شمس القمر جو نہایت متقی اور پارسا بزرگ تھے کی جگہ قاضی علاقہ کے مقرر ہوئے، مغلیہ دور سے ان کے اکابر میں قضا کا عہدہ چلا آ رہا تھا۔" قاضی عطاالرحمٰن صاحب جوانی میں کلین شیو، سوٹڈ بوٹڈ ماڈریٹ شخصیت کے حامل رہے تاہم اللہ تعالیٰ نے آپکی زندگی کی کایا پھر ایسی پلٹ دی کہ عمر کے آخری تہائی حصے میں اُنہیں نیم شب کی بادشاہی کا ایسا چسکا لگا کہ تہجد کی نماز بمشکل قضاء ہوتی تھی۔

زانکہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب

من ملک نیم روز بیک جو نمے خورم

آپ اکثر تین روز کے قلیل مدت میں مکمل قرآن پاک ختم فرماتے، اسی وجہ سے نانی اماں کا کہنا ہے کہ میں کبھی کبھی اُن سے کہتی کہ آپ نے قرآن پاک کو اپنا دوست بنالیا ہے۔ جس پر وہ خوش ہو کر کہتے بالکل یہ میرا ساتھی اور سختی کا سہارا ہے۔ میں نے انکی زندگی کی کچھ آپ بیتی مختلف مواقع پر سنی جس کا خلاصہ تاریخ کا حصہ بنانے کی غرض سے پیش کرتا ہوں۔ میں نے ایک دفعہ اُن سے سوال کیا کہ آپ ہندوستان میں تقسیم سے قبل مقیم رہے کیا اکابرین دیوبند سے ملاقاتیں ہوئی تھیں؟ تو فرمایا کہ "ایک مرتبہ پبین خاک نوشہرہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص سے گھوڑا سہارنپور میں عاریتاً لے کر دارالعلوم دیوبند روانہ ہوا، انتالیس کلومیٹر مسافت تھی دوران سفر بھٹک بھی گیا غازی پور کے بجائے دوسری طرف نکل گیا بڑی مشکل سے پوچھتے پوچھتے دیوبند قصبے کے قریب پہنچا۔ راہگیروں سے دیوبند کے بارے میں معلوم کرتا تو وہ اپنے مخصوص مقامی لہجے کی وجہ سے میرے اس تلفظ پر نہیں سمجھتے۔ آخر کسی نے مجھے سمجھایا کہ "ریبنڑ" کہو۔ دارالعلوم دیوبند کے قریب کوہاٹ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا لکڑیوں کا گودام تھا۔ اُسکے ہاں گھوڑا باندھا جس نے مجھے کہا کہ آپ گھوڑے کی فکر سے بےغم رہے، میں اسے چارہ پانی دیا کرونگا۔ مدرسہ کے گیٹ سے داخل ہوا تو نوٹس بورڈ کے قریب ایک چترالی طالب علم صاحب زمان سے سامنا ہوا جو کہ میرے والد صاحب سے مختلف کتابوں میں کسب فیض پا چکا تھا وہ مجھے خالو جان مولانا عبدالحقؒ کے پاس لے گئے۔ باب الظاہر میں انکا کمرہ تھا تین دن تک وہاں اقامت رہی، اس دوران حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ہاں حاضری کا موقع بھی نصیب ہوا، انکی خلوت گاہ میں عجیب بےنفسی اور دنیا سے بےرغبتی کا ماحول ملاحظہ کیا، زمین پر گنے کا بھوسہ پڑا تھا اس پر بوریا نما بستر اور سرہانے اینٹ نما تکیہ ہی انکا سارا اثاثہ تھا۔ ایک دفعہ حالات زندگی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہمارے والد صاحب دینی معاملے میں بڑے سخت مزاج تھے کوئی کام اگر خلاف شرع یا تھوڑا سا بھی شریعت سے ادھر اُدھر ہوتا تو اس پر سخت دارو گیر فرماتے، اللہ تعالیٰ نے انہیں قدرتی رعب سے نوازہ تھا۔ ایک رات مسجد میں عشاء کی نماز باجماعت چھوٹ گئی تو انکی گرفت کے خوف سے رات ماموں الحاج

سیف الرحمٰن کے ہاں گزاری اور اگلے روز اکوڑہ خٹک جا کر خالہ جان (حضرت مولانا عبدالحقؒ کی زوجہ) سے سات روپیہ لے کر سہارنپور بھاگ گیا جہاں محلّہ ٹیلہ والا میں ہمارے گاؤں کے محبّ اللہ تجارت کے سلسلہ میں رہائش پذیر تھا۔ اُنکے ہاں کچھ عرصہ قیام رہا پھر روڑکی میں پاور ہاؤس کی تعمیر شروع تھی، ایک نہر سے دوسرے نہر کا جنکشن بن رہا تھا۔ ہندو ٹھیکیدار چوہدری پرشاد کے ہاں ستر روپے ماہوار پر ملازمت اختیار کی۔۱۹۴۴ء میں سہانپور کے مدرسہ مظاہر العلوم جانا ہوا جہاں میرے ماموں زاد مولانا حافظ لطف الرحمٰن زیر تعلیم تھے،اس موقع پر وہاں کے عظیم اساطین علم وعمل کی زیارت بھی میسر ہوئی۔کچھ عرصہ بعد میرے والد کا خط آیا کہ میں سخت بیمار ہوں نہ جانے کب موت کا فرشتہ لینے آجائے لہٰذا فوراً آ کر ملاقات کرلو یہ خط ملتے ہی میں واپس گھر لوٹ آیا۔۱۹۴۵ء میں اُنکا انتقال ہوا تو پورے گھر کا بوجھ میرے سر ہوا، میں نے اپنے بھائی قاضی ضیاء الرحمٰن کو کہا کہ آپ علم دین کے حصول میں برابر مصروف رہے اور کسب معاش کی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دے۔ضیاء الرحمٰن نے ابتدائی تعلیم تو اپنے والد ماجد سے حاصل کی تھی پھر مزید علمی پیاس بجھانے کیلئے اپنے ماموں مولانا عبدالحنان فاضل دیوبند اور مضافاتی گاؤں نواں کلے کے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔کچھ عرصہ بعد والد ماجد نے اپنے ہم زلف مولانا عبدالحق صاحب کی نگرانی میں دارالعلوم دیو بند بھیجا۔ چند سال تک وہی پڑھائی کی۔تقسیم ہند کے بعد دارالعلوم حقانیہ قائم ہوا تو اس سے وابستہ ہوئے۔۱۹۵۰ء میں فراغت حاصل کی اور اپنے آباؤاجداد کی طرح قضاء اور دینی علوم کی نشر واشاعت کے کاموں میں شروع کیا۔ جبکہ میں ۱۹۴۸ء سے لے کر ۱۹۵۲ء تک میران شاہ وزیرستان میں بسلسلہ ملازمت مقیم رہا جہاں شیدو کے خانزادہ مولانا عبدالحق اور لطف الحق کا وزیرستان میں آرمی سکاؤٹس رجمنٹ میں ٹھیکیداری تھی، میں انکی طرف سے وہاں نگران مامور رہا۔اسی دوران والدہ کا انتقال ہوا'' ایک دفعہ میں نے قاضی صاحب سے ان کے بڑے بھائی قاضی ضیاء الرحمٰن کی شہادت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ''وزیرستان میں میری ملازمت کے دوران ہی ۲۳ ستمبر ۱۹۵۱ء کو اُنکی شادی ہوئی، میں تقریب میں شریک نہ ہوسکا اس سے تقریباً چالیس روز بعد ہمارے ایک رشتے کے چچا قاضی عبدالودود نے کسی بات پر بحث وتکرار کے بعد ۳۱ اکتوبر کو صبح دس گیارہ بجے بندوق کی گولیاں مار کر بے گناہ شہید کر دیا اس جنونی شخص نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ بعض راہ گیروں کو بھی جنہوں نے عبدالودود قاتل کو قاضی صاحب کے مارنے پر برا بھلا کہا طیش میں آ کر مار ڈالا، تقریباً سات راہگیر تھے، میں اتفاقاً اس واقعہ کے دن وزیرستان سے چھٹی لے کر گاؤں آ رہا تھا، مجھے کوئی خبر نہ تھی رات لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے سامنے سرائے میں گزاری، تمام رات ایک لمحہ بھی نیند نہیں آئی کروٹیں لیتا رہا صبح گاؤں کے ایک شخص سے معلوم ہوا کہ گاؤں میں جھگڑا ہوا ہے جس میں کئی لوگ مارے گئے ہیں۔میں نے اس سے برجستہ پوچھا کہ کہیں میرے بھائی کو تو کچھ نہیں ہوا ہے لیکن اس نے انکار کر دیا کہ مجھے تفصیلات

معلوم نہیں۔بس کے ذریعے نوشہرہ پہنچا تاج بلڈنگ کے سامنے تانگوں کا اڈہ تھا جہاں اکوڑہ خٹک کے احمد خان سے سامنا ہوا، اس نے مجھے دیکھ کر کہا او بدقسمت تو ادھر کیا کر رہا ہے میں نے اُسے کہا کہ کیا بات ہے تو اس نے کہا کہ تمہارے بھائی کو چچا نے دیگر راگیروں کیساتھ بڑی بیدردی سے شہید کر دیا۔اس خبر سے میں حواس باختہ ہوا، معلوم نہیں کہ میں کس طرح گاؤں پہنچا یہاں پورے علاقے میں کہرام مچا ہوا تھا، یکم نومبر کو صبح گیارہ بجے ان شہداء کا جنازہ مولانا عبدالحقؒ نے پڑھایا" (یاد رہے کہ یہی مقتول قاضی ضیاء الرحمٰن فاضل حقانیہ راقم الحروف کا حقیقی نانا تھا جس کی نوبیاہتی دلہن سے پس از شہادت ایک بیٹی پیدا ہوئی جو کہ میری والدہ محترمہ ہیں۔عدت گزر جانے کے بعد نانی صاحبہ کا دوسرا عقد ان کے چھوٹے بھائی قاضی عطاء الرحمٰن صاحب سے ۲۶/اپریل ۱۹۵۳ء کو ہوا جنہوں نے عمر بھر اپنی بھتیجی اور سوتیلی بچی کو یہ احساس ہی نہ ہونے دیا کہ میں اسکا حقیقی باپ نہیں ہوں یہی حالت مرحوم کی ہمارے ساتھ رہی ہمیں کبھی بھی یہ فرق محسوس نہیں ہوا کہ یہ ہمارے حقیقی نانا نہیں ہیں) ہم اصاغران سے جہانگیرہ سے واپسی پر رخصت لیتے تو موصوف ہمارے ساتھ باوجود کمزوری اور بڑھاپے کے گاڑی تک لازماً آتے ،ہم منع بھی کرتے لیکن وہ اپنی محبت سے مجبور ہو کر ایسا کرتے۔

اپنی سرگزشتِ حیات سناتے ہوئے فرمایا کہ "وزیرستان کے علاوہ جہانگیرہ کے پی ٹی آئی فیکٹری، معروف تعمیراتی گیمن کمپنی کیساتھ سرگودھا، تربیلا میں بھی ملازمت کے سلسلے میں وابستگی ایک طویل عرصے تک رہی اور آخر میں بیرون ملک دوبئ میں کسب معاش کے سلسلہ میں جانا ہوا۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں دنیاوی جھنجٹوں سے نجات مل گئی اور اب تو بہ و استغفار کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنی گناہوں کی معافی مانگتا ہوں کہ وہ بڑا غفور ورحیم ہے"۔

اُمید ہے اللہ تعالیٰ نے مرحوم سے مغفرت کا معاملہ فرمایا ہوگا اس لیے کہ حدیث شریف میں اللہ نے فرمایا ہے کہ انا عند ظن عبدی "میں اپنے بندے کے گمان کے موافق ہوں" آپ کا نماز جنازہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی امامت میں ۱۴ جنوری بعد نماز ظہر ۲ بجے ادا کیا گیا جس میں علاقہ بھر سے عام لوگوں کی کثیر تعداد کے علاوہ سینکڑوں علماء، طلباء، مشائخ اور زعماء شامل تھے۔تدفین کے بعد قبر کے سرہانے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے قاضی صاحب کی شخصیت اور انکے آباؤاجداد کے علمی دینی خدمات پر روشنی ڈالی۔مرحوم کے پسماندگان میں دارالعلوم کے فیض یافتہ مولانا قاضی گوہر رحمان، انجینئر لطافت الرحمٰن، قاضی ہدایت، قاضی نسیم الرحمٰن اور قاضی نعیم الرحمٰن کے علاوہ تین بیٹیاں شامل ہیں۔

اللهم اغفرهم وارحمهم وتجاوز عنهم سيأتهم وأجعل الجنة الفردوس ملوا هم آمين بجاه النبى الكريم صلى الله عليه وسلم

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم کے شب وروز

حضرت مہتمم صاحب کی مصروفیات: دفاع پاکستان کونسل کا سربراہی اجلاس

۱۲ جنوری کو پشاور پردہ باغ میں جمعیت علماء اسلام کے پی کے کے زیراہتمام تحفظ علماء و مدارس کنونشن منعقد ہوا، جس میں جمعیت علماء اسلام کے صوبائی اورمرکزی قائدین نے شرکت کی۔صوبہ کے پی کے اورفاٹا سے ہزاروں کارکنوں نے شرکت کی۔ اختتامی تقریر حضرت مہتمم صاحب نے فرمائی۔

صدر وفاق المدارس صاحب کی وفات پر دارالعلوم حقانیہ میں تعزیتی ریفرنس

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ،صدر وفاق المدارس العربیہ و اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان کی وفات حسرت آیات پر ایوان شریعت ہال میں تعزیتی ریفرنس منعقد ہوا، جس میں حضرت شیخ کی مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے قرآنی خوانی اور حدیث خوانی کی گئی۔حضرت مہتمم صاحب نے تعزیتی خطاب فرمایا اور انکے لازوال ،جدوجہد ،دینی مدارس کے تحفظ اور علمی و تحقیقی خدمات کوخراج تحسین پیش کیا۔

رابطہ عالم اسلامی کے اجلاسوں میں شرکت

۲۴ اپریل کو اسلام آباد میں رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر عبدالکریم العیسیٰ کے پاکستان آمد کے اعزاز میں مختلف مذہبی قائدین کی طرف سے تقریبات کا اہتمام کیا گیا،اس حوالہ سے ایک تقریب کنونشن سنٹر میں منعقد ہوئی جس میں حضرت مہتمم صاحب نے اہم خطاب فرمایا،اس کنونشن میں راقم بھی شریک تھا۔

اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد میں تقریب

اس تقریب کا اہتمام صدر بین الاقوامی یونیورسٹی ڈاکٹر یوسف احمد الدرویش نے کیا، جس میں حضرت مہتمم صاحب کے علاوہ دیگر اہم وفاقی وزرا بھی شریک ہوئے اور خطاب فرمایا۔

افغان سفیر کی دارالعلوم آمد

پاکستان میں افغانستان کے سفیر ڈاکٹر حضرت عمر ضا خیل وال نے ایک ماہ کے اندر دوبارہ اکوڑہ خٹک آ کر حضرت مہتمم صاحب سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی ،اور افغانستان کی صورتحال سمیت دیگر اہم امور پر تبادلہ خیال کیا۔دونوں ممالک کے دوطرفہ تعلقات اور پائیدار امن کے قیام پر دو گھنٹے تک تفصیلی بات چیت ہوئی ۔اس دوران افغانستان کے صدر اشرف غنی نے بھی حضرت مہتمم صاحب سے فون پر رابطہ کیااور قیام امن کیلئے کردار ادا کرنے کو کہا۔مولانا یوسف شاہ صاحب نے افغانی سفیر صاحب کو پاکستان کے دینی مدارس میں پڑھنے والے طلبا کے لئے ویزہ پراسیس کو آسان کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

کے پی کے اسمبلی کے اسپیکر کی دارالعلوم آمد

کے پی کے اسمبلی کے اسپیکر جناب اسد قیصر صاحب نے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے ،انہوں نے دارالعلوم کے قائم کردہ قدیم اسکول کا معائنہ کیا ،وہاں کے طلبا کے بہترین پرفامنس پر انہیں خراج تحسین پیش کیا،اس کے بعد حضرت مہتمم صاحب اوردیگر اساتذہ کرام سے ملاقات کی۔ملاقات میں انہوں نے دارالعلوم کے اساتذہ سے گزارش کی کہ وہ ہمارے عصری نصاب کی نظرثانی کریں،اگرکوئی اصلاح کی کوئی گنجائش ہوتو صوبائی حکومت ہرممکن تعاون کیلئے تیار ہے۔حضرت مہتمم صاحب کی توجہ دلانے پر ناظرہ قرآن کوبھی داخل نصاب کرنے کے حوالہ سے گفتگو کی اسی طرح بارہویں کلاس تک ترجمہ قرآن لازم کرنے کا عندیہ دیااور نجی سود کے خلاف صوبائی حکومت کے اقدامات کوعلماء کے سامنے بیان کیا۔جس پر حضرت مہتمم صاحب نے ان کی ان دینی خدمات کوسراہا۔

مولانا انوارالحق صاحب کی وفاق کے تعزیتی اجلاس میں شرکت

نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق صاحب پچھلے دنوں کراچی تشریف لے گئے جہاں انہوں نے وفاق کے صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ کے تعزیتی اجلاس میں شرکت کی ،اجلاس میں مرحوم کی خدمات پر مذہبی اور علمی ،تحقیقی خدمات پر انہیں خراج تحسین وتبریک پیش کیا گیا۔

اہم علماء کرائے کرام کی دارالعلوم آمد

<u>مولانا قاضی فضل اللہ کی آمد و خطاب:</u> دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل اورامریکہ میں مقیم نامور سکالر حضرت مولانا قاضی فضل اللہ صاحب ،سابق ممبر قومی اسمبلی دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب

سے ملاقات کی اور بعد میں دارالعلوم کے ایوان شریعت ہال میں علماء طلباء کے کثیر مجمع سے تقریباً تین گھنٹے تک تفصیلی خطاب فرمایا۔ حضرت مولانا زاہدالراشدی: ۲۲ جنوری کو جامعہ نصرت العلوم کے شیخ الحدیث اور امام اہل سنت مولانا سرفراز صفدرؒ کے جانشین مولانا زاہد الراشدی صاحب دارالعلوم تشریف لائے اور مدیرالحق کی رہائش گاہ پر ان سے تفصیلی ملاقات کی۔ حکیم طارق محمود چغتائی: اسی طرح گزشتہ ماہ دنیائے طب کے معروف شخصیت اور ماہنامہ عبقری کے مدیراعلیٰ جناب طارق محمود چغتائی دارالعلوم تشریف لائے اور علماء طلبا سے طب کے حوالہ سے چند اہم مباحث بیان کئے ۔ مولانا قاری عبداللہ صاحب: جامعہ کے سابق مدرس،سابق سینیٹر مولانا قاری عبداللہ صاحب گزشتہ دنوں تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے مختلف نئی کتابوں اور علمی وتحقیقی موضوعات پر تبادلہ خیال فرمایا۔

دارالعلوم کے ششماہی امتحانات وتعطیلات:

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے ششماہی امتحانات بروز ہفتہ ۲۱ جنوری سے شروع ہوکر بروز منگل ۳۱ جنوری کو اختتام پذیر ہوئے جس کے بعد دس یوم کی تعطیل کا اعلان کیا گیا اور بحمدللہ ۴ فروری بروز ہفتہ کو باقاعدہ درس وتدریس کا آغاز ہوا۔

مسافران آخرت:

۱۳۔جنوری بروز جمعہ کو شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب ،شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب کے خالہ زاد الحاج اظہار الحق صاحب کے خسر اور جامعہ کے مدرسین مولانا لقمان الحق ومولانا عرفان الحق کے نانا جان انتقال فرما گئے ،مرحوم دارالعلوم حقانیہ کے اولین دور کے فاضل مولانا قاضی ضیاء الرحمٰن شہید کے برادر خورد تھے،اور اس وقت خاندان کے سب سے معمر شخصیت تھے، موصوف نہایت متواضع وخاکسار طبیعت کے مالک تھے،آخری وقت (نزع کے عالم) میں کلمہ کا مسلسل ورد سعادت اخروی کی نشانی سمجھی جاتی ہے،مرحوم کی اس حالت کی بیشتر لوگوں نے گواہی دی،نماز جنازہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی امامت میں اگلے روز ۲ بجے ادا کیا گیا ،جس میں علاقہ کے معززین کے علاوہ سینکڑوں علماء وطلبا ،زعما اور مشائخ نے شرکت کی ۔اسی طرح گزشتہ دنوں دارالعلوم کے سابقہ تعمیرات کے ٹھیکیدار جناب امان اللہ مرحوم ساکن اکوڑہ خٹک بھی طویل علالت کے بعد انتقال فرماگئے ، مرحوم نے دارالعلوم کی کئی اہم عمارتیں تعمیر کی تھیں ،جن میں سرفہرست دارالعلوم کی لائبریری ،الحق اور موتمر المصنفین ،دارالحفظ ،احاطہ اسماعلیہ ،اور احاطہ احمدیہ وغیرہ ہیں ۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ۔

ادارہ

تعارف وتبصرہ کتب

- **ارمغان فانی** تالیف : نوراللہ نوروز یرستانی

ضخامت:۲۹۶صفحات ناشر:القاسم اکیڈمی،جامعہ ابوہریرہ،خالق آباد نوشہرہ

مولانا ابراہیم فانی مرحوم کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ،آپؒ نے دارالعلوم حقانیہ کے مسند تدریس پر سینتیس سالہ طویل تدریسی زندگی میں ہزاروں علماء وطلبا کو نہ صرف علوم شریعت سے روشناس فرمایا بلکہ انشاء وادب کے میدان میں اہل زبان نہ ہوکر بھی (اردو ،عربی اورفارسی) بڑے بڑے زباندانوں سے لوہا منوایا ، آپؒ چار زبانوں کے قادر الکلام شاعر اور صاحب طرز ادیب تھے، ماہنامہ "الحق" نے ان کی درج بالا خداداد صلاحیتوں کوقارئین تک پہنچانے کیلئے اولین میدان فراہم کیا، دوسرے نمبر پر یہ سہرا ماہنامہ "القاسم" کے سر ہے، استادمحترم مولانا عبدالقیوم حقانی کے ساتھ ان کا تعلق استاذ زادہ ہونے کے علاوہ ،ہم سبق ،ہم پیالہ،ہم مجلس اور باہمی ذہنی ہم آہنگی کا بھی رہا۔دوسرے لفظوں میں القاسم ان کا اپنا رسالہ تھا،جس کے ہزاروں صفحات پر بکھری ہوئی تحریرات جوخوان یغما کی حیثیت رکھتا ہے،ان تک قارئین کی رسائی ایک مجلس میں ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھی،مولوی نوراللہ وزیرستانی نے اپنے ذوق کی بنیاد پر"القاسم" میں منتشر اس مجموعہ کو اکھٹا کر کے"ارمغان فانی" کے نام مرتب کیا، اس کتاب میں فانی صاحبؒ کی حیات و خدمات، افادات، ادبیات، مقالات، مکتوبات، حقانی (مولانا عبدالقیوم صاحب) کی تصنیفات پر منظوم تاثرات کا احاطہ ہوا ہے، یقیناً یہ کتاب حقانی صاحب کا اپنے جگری دوست فانیؒ کیساتھ ایک طرف بھرپور وفا اور یگانگت کا اظہار ہے اور دوسری جانب نووارد مؤلف کا نقش اول بھی ۔اللہ تعالیٰ ذوق تحریر مزید بڑھائے امین۔(مبصر:مولانا عرفان الحق حقانی)

- **قادیانی تفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ** مصنف:ڈاکٹر محمد عمران

ضخامت:352 صفحات ناشر:عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان حضوری باغ روڈ ملتان

جب مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے باطل ،خودساختہ ،اورغلط عقائد اورنظریات کوعام کرنے کیلئے قرآن کریم کا سہارا لیا،اور جمہور مفسرین کے اصول وقواعد وضوابط سے ہٹ کر اپنے خود ساختہ اصول تفسیر وضع کی اوراسی اصول کے تحت تفاسیر کا سلسلہ شروع کیااور مختلف زبانوں میں اسی طرح خودساختہ تفاسیر لکھنے کی جسارت کرنے لگے،خود مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی کئی ناموں سے تفسیر لکھنے کی جسارت کی اوراس باطل ٹولہ کی دیگر

افرادواراکین نے مختلف ناموں سے تفسیری ذخیرہ جمع کیا، جوتحریفات، تدلیسات، اورمزعومہ غلط عقائد اوردور ازکارتاویلات سے بھری پڑی ہے، اس گروہ کے کیا کیاتفسیریں ہیں؟ کس کس نام سے مشہور ہے؟ اس میں کیا کیا بکواسات اورتحریفات جمع کی گئی؟ قادیانی اورلاہوری گروہ کی اصول تفسیر کیا ہے؟ قادیانی گروہ کے کن کن افراد نے قرآنی تفسیر کے ذریعے عوام الناس کودھوکے میں ڈال رکھاہے؟ ان سب سوالات کے جوابات کیلئے زیرتبصرہ کتاب ''قادیانی تفاسیر کاتحقیقی وتنقیدی جائزہ'' سے رجوع کرکے، سب کچھ آپ کے سامنے ہوگا، ڈاکٹر محمد عمران صاحب نے بڑی جدوجہد ومساعی سے ان سب تفسیروں کا ایک تنقیدی جائزہ لیکر قادیانی گروہ کے مزعومہ قرآنی نظریات سے پردہ ہٹایا اورپس پردہ سب کچھ کو بے نقاب کیا۔ مؤلف موصوف نے اس کتاب میں ہر بات کومدلل اور ہردلیل کومسکت انداز میں پیش کیاہے، جہاں جہاں قادیانی خودساختہ مفسرین نے اپنے باطل نظریات کوپیش کیاوہاں ڈاکٹرصاحب نے ان سب خودساختہ نظریات کاپردہ چاک کیا، چارابواب پر مشتمل یہ کتاب نہایت ہی اعلیٰ اورقیمتی مواد سے مملو ہے، یہ کتاب قادیانیوں کی رد میں لکھی گئی تمام تحقیقات کاایک نچوڑ ہے، پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ مؤلف کی اس کاوش کونافع بنائے، اورہم سب کو قادیانی فتنہ سے باخبر رہنے کی توفیق دے، یہ گراں قدرقیمتی سوغات مجلس ختم نبوت ملتان سے دستیاب ہے۔

● **مشاہدات وتاثرات** تالیف: حضرت مولانا ڈاکٹرعبدالرزاق اسکندر

ضخامت: ۳۲۸صفحات ناشر: مکتبہ الایمان کراچی 0332 3552382

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹرعبدالرزاق اسکندر صاحب عصر حاضر کے جید محقق، محدث، مدرس، ادیب اور منتظم ہیں۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے انتظام و انصرام سے لیکرتحریک ختم نبوت کے میدانوں تک مسلسل متحرک رہتے ہیں، زیرتبصرہ کتاب 'مشاہدات وتاثرات' اِن کے اُن مضامین، مقالات اور بیانات کا مجموعہ ہے جوانہوں نے اپنے مشائخ، اکابرین دیوبند، اساتذہ، معاصرین اور متعلقین کی وفات وغیرہ پرتحریر یا بیان فرمائے۔ مقالات کی ابتداء امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کی، جبکہ دوسرا مقالہ حضرت علیؓ اور خلفائے راشدینؓ کے متعلق ہے، پھراس کے بعد اکابرین وغیرہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جوکہ مجموعی طور پر ۲۸ مضامین ومقالات اور چھ بیانات پر مشتمل ہے۔ کتاب کی ابتداء میں سخن ہائے گفتنی کے عنوان سے مفتی رفیق بالاکوٹی اور مقدمہ کے عنوان سے مولانا مفتی خالدمحمود، رئیس اقراء روضۃ اطفال کے تفصیلی مضامین، مصنف کی شخصیت، علمی مقام ومرتبہ کوسمجھنے کیلئے کافی ہے۔ زیرنظر مضامین ومقالات اکثر وبیشتر مختلف رسائل وجرائد میں بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ حضرت ڈاکٹر صاحب کے اس شہ پاروں کو یکجا کیا جائے، مقام شکر ہے کہ ہمارے قابل قدر دوست مفتی سید زین العابدین، مدرس مدرسہ امام ابی یوسف شادمان ٹاؤن نارتھ کراچی نے ان جواہر پاروں کو خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کیا۔ امید ہے یہ

کتاب ماضی قریب کے اکابر دیوبند، ان کی فکری، علمی اور روحانی شخصیات کو سمجھنے میں کردار ادا کرے گی اور نوجوان نسل کا رشتہ ماضی سے جوڑ رکھے گی۔ (مبصر: محمد اسرار مدنی)

● **ماہنامہ الشریعہ کا طرز فکر اور پالیسی نمبر** مصنف: عمار خان ناصر

ماہنامہ الشریعہ برصغیر پاک و ہند کا وہ منفرد مجلّہ ہے جس نے تھوڑے عرصے میں غیر معمولی مقبولیت اور شہرت حاصل کی، جس کا سہرا اس کے معتدل مزاج بانی اور مدیر اعلیٰ مولانا ابوعمار زاہد الراشدی صاحب کے سر بجتا ہے، جنہوں نے قومی اور بین الاقوامی مسائل سیاسیات تحریکات، کرنٹ افیئرز، اسلامی اور عالمی معاشیات، جدید علم الکلام، تفہیم مغرب، فلسفہ مغرب کی تنقید، ادیان ومذاہب، ملکی او رغیر ملکی قوانین کا تعارف، انسانی حقوق، اسلامی دستور سازی اور آئین سازی سمیت منفرد متنوع موضوعات پر انتہائی سادہ اور عام فہم انداز میں اداریے تحریر کیے۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب کے اسلوب اور طرز نگارش اتنا شستہ بلکہ شگفتہ ہے کہ قاری کو مسلسل مسحور کردیتی ہے، راقم نے الشریعہ کے موضوع اور غرض وغایت کے حوالے سے سوال کیا تو فرمانے لگے الشریعہ کا موضوع ''مکالمہ'' ہے۔ زیر تبصرہ کتاب ماہنامہ الشریعہ کے طرز فکر اور پالیسی کے حوالے سے مختلف مقالات و مضامین اور شذرات و مکاتیب کا مجموعہ ہے جس میں الشریعہ کے ''مکالمہ'' والی پالیسی کو بعض اکابر علماء کی طرف سے تنقید بنایا گیا، اسی طرح بعض ایسے تحریرات شائع ہوئے جو روایتی دیوبندی فکر ومزاج سے متصادم تھے، جس پر تنقید کے ساتھ ساتھ فتویٰ بازی بھی شروع ہوگئی، روایتی اکابر علماء کا موقف کیا تھا؟ الشریعہ پر ان کے تحفظات کیا تھے؟ اور الشریعہ والوں کا جوابی بیانیہ کیا تھا، اس کے پیچھے علما امت کا کون سا طرز عمل کارفرما تھا، وغیرہ وہ سارے اہم سوالات ہیں جس کا جواب اس خصوصی اشاعت میں دیا گیا ہے، یہ خصوصی اشاعت ماہنامہ الشریعہ کے حوالے سے جیسے بعض غلط فہمیوں کا ازالہ کرتی ہے، اسی طرح اپنے موقف کو علماء امت کی تائیدات کی روشنی میں ایک وسیع پس منظر میں پیش کرتی ہیں، کتابچے کو مرتب نے دونوں طرف کے موقف کو پیش کرنے میں غیر جانبداری سے کام لیا ہے، یہ کتابچہ تین اہم حصوں پر مشتمل ہے، حصہ اول میں دیوبندی فکر و مزاج کے تناظر میں اختلاف رائے اور اتفاق و یکجہتی کے حوالے سے اہم مضامین جمع کیے گئے ہیں، جس کے لکھنے والوں میں شیخ محمد اکرمؒ، مولانا قاری محمد طیبؒ، مولانا فیاض خان سواتی، مولانا وقار احمد، مولانا مفتی تقی عثمانی شامل ہیں۔ حصہ دوئم میں الشریعہ کی مکالمہ والی پالیسی اور اس کے بانی مولانا زاہد الراشدی کے طرز فکر کے حوالے سے پانچ اہم مقالہ جات شامل ہیں، جبکہ حصہ سوئم میں اکابر علماء کی طرف سے الشریعہ کے حوالے سے سخت فیصلے، اس کا پس منظر اور ماضی قریب دیگر جماعتوں کے حوالے سے فتاوی جات اور تحریری مکالموں کا دلچسپ مجموعہ ہے، جو کہ انتہائی تلخ وشیریں حقائق پر مبنی ہے مگر مجموعی طور پر ہمارے تاریخ کا حصہ ہے، بعض مباحث کا استثناء مجموعی طور پر اپنے موضوع کے اعتبار سے بالکل منفرد کاوش ہے، جذبات کے بجائے دلیل کی زبان میں الشریعہ اور فریق مخالف کا موقف بیان کیا گیا ہے، اکابر امت کا اعتدال، اظہار حق، شائستہ اسلوب اور جذباتیت سے لبریز تحریرات وغیرہ سب اس نمبر کا حصہ ہے، پڑھئے اور تنوع کی نعمت سے محظوظ ہو جائیے۔ (مبصر: محمد اسرار مدنی)

- سہ ماہی الصدیق مدیر اعلیٰ :مولانا عبدالرف بادشاہ مدیر: مولانا مفتی منفعت احمد

ضخامت: ۱۲۰صفحات قیمت: ۸۰روپے ناشر: معہد الصدیق بام خیل صوابی

معہدالصدیق للدراسات الاسلامیۃ کے پی کے ضلع صوابی موضع بام خیل گزشتہ دوعشروں سے دینی علوم کی اشاعت میں کئی پہلوؤں سے ایک منفرد حیثیت اور مقام رکھتی ہے، سادات خاندان کے چشم و چراغ مولانا عبدالروف بادشاہ صاحب اپنی گوناگوں نجی مصروفیات کے باوجود ادارے کی ظاہری اور باطنی ترقی کے لئے دن رات ایک کئے ہوئے ہیں، موصوف درس نظامی کی روایتی تدریس کے ساتھ ساتھ معہد میں عرصہ دراز سے تصنیف وتالیف کا باقاعدہ شعبہ قائم کرنے کا عزم مصمم کئے ہوئے تھے، جس کا قیام بالآخر سہ ماہی ''الصدیق'' کی صورت میں ممکن ہوسکا، امید ہے یہ مبارک سلسلہ یہاں نہیں رکے گا بلکہ مسلسل ترقی کرتا رہے گا، ان شاءاللہ، زیر تبصرہ شمارہ انتخاب، ترتیب وتدوین، ندرت مضامین، افکار ونظریات کی تنوع، تحقیق، اردو زبان وادب کی چاشنی، اور اعلیٰ قسم کی طباعت سے مدیر کی شب وروز کی محنت ہر صاحب ذوق محسوس کرسکتا ہے، مجلّہ کے مدیر اعلیٰ مولانا عبدالرؤف بادشاہ اور مدیر مولانا منفعت احمد کی انتھک محنتوں، کام کی لگن، مطلوبہ صلاحیتیں زیرنظر شمارے کے ورق ورق ان صفات کی گواہی دے رہا ہے، وہ اپنی متنوع خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دارالصدیق لنشرالبحوث الاسلامیہ والعلمیہ کے اس نقش اول کو ایک علمی اور تحقیقی مجلاتی سوغات بنانے میں کامیاب ہوئے اور وہ دن دور نہیں کہ ''الصدیق'' ملک کے تحقیقی اور معیاری علمی مجلات میں اپنا مقام بنا سکے۔ مدیر صاحب پہلے ہی شمارے میں ملک وبیرون ملک، علم اور تحقیق کے آسمان کے بڑے بڑے درخشندہ ستاروں سے اپنا دامن سجانے میں کامیاب ہوئے ہیں، جو اس مشکل ترین سفر میں استقامت اور تسلسل کیلئے نیک فال ہے، امید ہے اس سلسلے میں مزید کوشش کی جائے گی اور کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جائے گا، اللہ کریم اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے اور مزید دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین (مبصر: مفتی بہادر خان حقانی)

- خلاصہ نور الیقین فی سیرۃ سیدالمرسلین مؤلف: عمرعبدالجبارصاحب

ضخامت: ۲۳۵صفحات ناشر: زم زم پبلشرز اُردو بازار کراچی

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس محتاج تعارف نہیں لیکن خوش قسمت ہے وہ صاحب قلم جو اس ذات پاک کی شخصیت پر لکھنے کی سعادت حاصل کرے، زیر تبصرہ کتاب خلاصۃ نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین دراصل نور الیقین فی سیرۃ سیدالمرسلین علامہ حضری بک پاشا رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف کا ملخص ہے یہ کتاب سیرت کی کتابوں میں بہت شہرت رکھتے ہے، اسی شہرت کی بناء پر اس کا خلاصہ محترم عمر عبدالجبار رحمہ اللہ نے نہایت ہی سلیقے سے سیرت کے ابتدائی طلباء کیلئے پیش کیا جسے زم زم پبلشرز کے ارباب اہتمام نے نہایت خوش اسلوبی سے تیار کرکے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو مؤلفین کے بلندئ درجات کاذریعہ اورارباب اہتمام زم زم کی ترقیات کاوسیلہ بنادے۔ آمین (مبصر: محمد اسلام حقانی)